جلد 27 شمارہ 1 ماہ جنوری 2025ء رجب المرجب 1446ھ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے ابتدائی تعارف میں کہا جاتا ہے کہ توحیدیہ تعلیمات بہت سادہ ہیں، زمانے کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں، زندگی کے مصروف ترین معاملات میں بھی ان پر آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے۔ ذکر اذکار میں نفی اثبات و پاس انفاس وغیرہ اور اخلاق کی اصلاح میں غصہ و نفرت کی نفی اور محبت و صداقت کو اپنانا وغیرہ۔ بلاشبہ یہ تعلیمات قرآن و سنت کے عین مطابق اور فقیری کا بہترین سلیبس ہیں جو قدرے منفرد ضرور ہیں تاہم یہ آسان نہیں کہ عبادات و معاملات میں اخلاقی پہلو ہمیشہ مدنظر رہے، نفی اثبات ایسے ہو کہ اس میں کبھی ناغہ نہ ہونے پائے، پاس انفاس میں دل ایسے زندہ ہو کہ اللہ کی یاد سے سوتے میں بھی انسان غافل نہ ہونے پائے، زندگی کا ہر پہلو اللہ اور رسول و محبوب خدا ﷺ کی محبت و اطاعت کے رنگ میں رنگ جائے۔ جیتے جی ذات باری تعالٰی کے قرب، عرفان، لقاء اور دیدار کی خواہش پیدا ہو جائے۔

بانی سلسلہؒ نے اپنے فقیری کے سلیبس میں لکھ دیا ہے کہ ان تعلیمات پر کم عمل کرنے والوں کو کم اور زیادہ عمل کرنے والوں کو زیادہ فائدہ ہوگا۔ مقاصد عظیم تر ہیں تو بلاشبہ ان مقاصد کا حصول بہترین عمل سے ہی ممکن ہے۔ یہاں تو معاملہ براہ راست ذات باری تعالٰی کا ہے۔ تسلیم شدہ بات ہے کہ راہ طریقت میں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالٰی کے فضل و کرم سے ملتا ہے مگر اس کے باوجود انسان کی طرف سے طلب و خلوص اور عملی میدان میں ثابت قدمی کا مظاہرہ بھی ضروری ہے۔ اس عملی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی اپنی وعظ و نصیحت کی مجالس میں اکثر فرماتے ہیں کہ کوئی بھی کام ہو وہ کرنے سے ہوتا ہے۔ آپ یہ بات عام طور پر اپنے اخلاق کی اصلاح سے متعلق فرماتے ہیں کہ اپنے اندر کسی چھوٹی سی برائی کو بھی ہرگز معمولی نہ سمجھا جائے، کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی یا خوبی کو بھی ہرگز نظر انداز نہ کریں۔ ہم اپنی ہر برائی کا ایک ایک کر کے تدارک کرتے جائیں، اور اچھی باتوں کو ایک ایک کر کے اختیار کرتے جائیں تو اس طریقے سے

ہمارے اخلاق کی اصلاح ہوتی جائے گی۔ بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بھی یہ لکھا ہے اور آپ بھی اسی بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ انسانی زندگی میں اخلاق کے ہزارہا پہلو ہیں اور اخلاق کی اصلاح کا کام مرتے دم تک جاری رہتا ہے۔

مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی موجودہ صورتحال کو اگر بیان کیا جائے تو قابل صد تحسین وشکر ہے کہ اللہ کے خاص فضل وکرم اور اس کی خاص عنایات شامل حال نظر آتی ہیں۔ الحمدللہ باعمل مریدین سلسلہ اپنی روحانی حالت سے قدرے مطمئن اور خوش ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں ایسے افراد کی کوئی کمی نہیں جو سالہا سال سے بغیر کسی ایک ناغہ کے ذکر نفی اثبات پورے اہتمام اور ذوق وشوق سے کرتے آ رہے ہیں، جو پاس انفاس کے لئے پورے ذوق وشوق سے کوشش کرتے ہیں، جو اپنے اندر تعلیمات توحیدیہ پر عمل میں آگے سے آگے بڑھتے رہنے کا تازہ جوش وولولہ اور ایک تحریک محسوس کرتے ہیں۔ جو بیان کردہ اعلیٰ روحانی مراتب کے خواہاں ہیں، اس کے لئے عملی طور پر آگے بڑھ رہے ہیں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف پوری امید اور کامیابی کے یقین کے ساتھ نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ عملی میدان میں اللہ کا کرم اس قدر شامل حال ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انجام بھی ان شاءاللہ العزیز کامیابی وسرفرازی کی صورت ہی ہوگا۔

حیران کن حد تک عرصہ دراز سے کسی توحیدی کو ایسی کوئی بات موضوع گفتگو بنائے نہیں دیکھا جنہیں کئی سلاسل تو روحانیت کی معراج تصور کرتے ہیں۔ یہاں نظریں براہ راست اللہ کی طرف ہیں۔ یہ انہیں افکار ونظریات اور جاری فیض کی بدولت ہے جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا بیش قیمت سرمایہ اور اللہ کے فضل سے قائم ہیں۔ جب بات اللہ کی ہے تو یہاں عمل کی بات میں بانیٔ سلسلہؒ کی بات، کم یا زیادہ عمل کرنے والوں کو اسی کے مقدور حصہ ملے گا، پر عمل شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کی بات، اخلاقی اصلاح میں ایک ایک کر کے نیکیوں کو اپنانے اور برائیوں کو چھوڑتے جانے سے قدرے آسان ہوسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں پوری استقامت سے اخلاقی اصلاح میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام!

سید رحمت اللہ شاہ

پیامِ قرآن

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ (سورۃ الحدید ۵۷: آیت ۱۶)

کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں؟

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُوْلَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ (سورۃ المجادلہ ۵۸: آیت ۱۹)

شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اوراس نے خدا کی یاد ان کے دل سے بھلا دی ہے۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبر دار رہو، شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (سورۃ الجمعہ ۶۲: آیات ۱۰۔۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔

فرمانِ نبویﷺ

سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ بنی عمرو بن عوف میں (قبا میں) صلح کرانے کے لئے گئے، پس نماز کا وقت آ گیا۔ مؤذن (حضرت بلالؓ نے) ابو بکرؓ سے آ کر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے۔ میں تکبیر کہوں گا۔ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہاں چنانچہ ابو بکر صدیقؓ نے نماز شروع کر دی۔ اتنے میں رسول کریمﷺ تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔ آپﷺ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچے۔ لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا (تاکہ حضرت ابو بکرؓ آنحضورﷺ کی آمد پر آگاہ ہا جائیں) لیکن ابو بکرؓ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو صدیق اکبرؓ متوجہ ہوئے اور رسول کریمﷺ کو دیکھا۔ آپﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا (کہ نماز پڑھائے جاؤ) لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ رسول اللہﷺ نے ان کو امامت کا اعزاز بخشا، پھر بھی وہ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں شامل ہو گئے۔ اس لئے نبی کریمﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر جب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا پھر آپ ثابت قدم کیوں نہ رہے۔ حضرت ابو بکرؓ بولے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (یعنی ابو بکرؓ) کی یہ حیثیت نہ تھی کہ رسول اللہﷺ کے سامنے نماز پڑھا سکیں۔ پھر رسول اللہﷺ نے لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عجیب بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے۔ (یاد رکھو) اگر نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو سبحان اللہ کہنا چاہئے جب وہ یہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔

(کتاب الاذان، صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نبی کریمﷺ نے سورج گرہن کی نماز میں فرمایا کہ میں نے جہنم دیکھی۔ اس کا بعض حصہ بعض کو کھائے جا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو میں (نماز میں) پیچھے سرک گیا۔

(کتاب الاذان، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

ماجد محمود توحیدی

☆ یہ جو سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں ایسے اجتماعات میں ہونے والی باتوں پر عمل کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ اجتماع کامیاب ہوا ہے یا ناکام۔ اب اس عمل والے شعبے میں آپ دیکھیں کہ کہاں تک ہم کامیاب ہوئے ہیں۔ اپنے دور میں یہ دس سال جو اجتماع ہوئے ہیں یہ تو میں دیکھ رہا ہوں، اس سے پہلے بھی جتنے اجتماعات ہوئے ہیں وہ میرے سامنے ہیں، میرے علم میں ہیں الا ماشاءاللہ اس طرف کوئی بھی نہیں جاتا جہاں جانا چاہیے۔ اس کا کیا حل ہے؟

عمل کوئی تو کرو۔ پتا تو چلے کہ تم غلط ہو یا صحیح ہو، اس لئے کچھ کرنا چاہیے، ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے۔ ہم ایسے نہیں ہیں کہ جس نے غلطی کی اسے فوراً جرمانہ کر دیں گے۔ ہم اسے Appreciate کریں گے کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ کچھ تو کیا۔ بہت اچھا کیا۔ کریں۔ کچھ کریں۔ غلط ہو، درست ہو، کچھ کریں۔ جب کسی کو خود سمجھ آئے گی تو ہمیشہ کے لئے اس کی غلطی ختم ہو جائے گی، پھر ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ تو ہمیں کچھ کرنے کا تہیہ کر لینا چاہیے۔ اس کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ ہمیں حوصلہ دے، ہمت دے، اور توفیق عطا فرمائے کہ ہم عمل والے پہلو کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

☆ بھائیوں کو جوڑے رکھنا اپنے ساتھ۔ جڑے رہیں گے تو کچھ نہ کچھ بنتا جائے گا۔ جوڑنا آپ کو پتا ہے کہ کیا ہوتا ہے؟ تعلیم پہ عمل کرائیں۔ ایک آدھ بات ہے تو اس پر عمل کرائیں۔ تعلیم کے ذریعے سے جوڑیں۔ تعلیم دھاگے کا کام کرے گی، آپ کا عمل سوئی کا کام کرے گا اور

جوڑتے جوڑتے سارے آپس میں جڑ جائیں گے ان شاء اللہ۔ بس یہ کوشش کریں کہ بھائی سارے اکٹھے ایک ہی تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔ ماشاءاللہ کیا بات ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو آپ کا حلقہ چمک اٹھے گا۔ اللہ آپ کو ہمت دے، حوصلہ دے۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے۔

☆ اللہ اللہ کرنا کبھی نہیں چھوڑنا۔ یہ زندگی کا راز ہے۔ اللہ اللہ کرنے والا زندہ ہے، نہ کرنے والا مردہ۔ یہ میں نہیں کہہ رہا، ہمارے سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ اللہ کرنے والا زندہ ہے، نہ کرنے والا مردہ۔ آپ کو اپنے آپ کو زندوں میں شمار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، خود بھی اور جو آپ کے پاس آپ کے ساتھ آدمی منسلک ہے اس کو بھی اپنے رستے پر لگائیں تا کہ آپ ایک سے دو ہو جائیں، اللہ اللہ کرنے میں سہولت اور آسانی بھی ہو، اور ایک دوسرے کو سمجھیں۔

☆ ہم ایک دوسرے سے سیکھنے سکھانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن پتا نہیں ہم کس حد تک کامیاب ہیں- ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم آپ بھی اللہ اللہ کریں اور دوسرے کو بھی اللہ اللہ کرنا سکھائیں۔ تعلیم ہماری In writing موجود ہے، ہر کسی کے پاس وہ مواد موجود ہے جسے پڑھ کے تعلیم کا پتا چلا سکتا ہے۔ تعلیم کا خود بھی پتا لگا سکتا ہے اور کسی سے پوچھ بھی سکتا ہے۔ تعلیم پر جو بندہ عمل کرے گا وہی کامیاب ہے۔ یہ صرف دنیا کی نظر میں ہی نہیں اللہ کی نظر میں بھی کامیاب وہی ہو گا کیونکہ ہم دنیا اور دین کو ساتھ ساتھ لے کے چلتے ہیں، الگ الگ نہیں۔ ہمارا ایک ہی مقصد ہے۔ اگر ہم اللہ اللہ کرتے ہیں تو Ultimately ہم اس دنیا میں رہنا سکھاتے ہیں کہ زندگی میں تم کس طرح رہو گے۔ اپنے بچوں کے ساتھ، بیوی کے ساتھ، اپنے دوست احباب کے ساتھ، اپنے پڑوسی کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیئے۔ یہ ہم ساتھ ساتھ سکھاتے ہیں۔ جہاں ہم یہ سکھاتے ہیں وہاں کامیابی کی گارنٹی بھی دیتے ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اگر آپ عمل کریں گے تو آپ کامیاب بھی ہوں گے ان شاء اللہ۔ بس میرے بھائی عمل کرنا ہے۔ عمل کرو گے تو ان شاء اللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

☆ اللہ ہماری مدد کرے ہم بیمار ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ یہ نفسانی بیماری ہو روحانی بیماری ہو، یا جسمانی جو بھی ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ یہی بات ہے۔ تزکیہ نفس اسی طرح ہوتا ہے۔ جو بات آپ نے ذہن میں نوٹ کی کہ یہ غلط ہے تو بس اس غلط کو چھوڑ دیں۔ یہ نفس کی ایک غلطی کو مٹانے میں پہلا قدم ہو گا۔ دو تین دن، ہفتہ مہینہ کے بعد ایک اور بات یاد آ گئی تو اس کو چھوڑ دیا۔ ایسا کرتے کرتے ایک وقت آئے گا کہ اللہ میاں آپ کو پاک صاف کر دیگا غلطیوں کو چھوڑنے سے اور اچھائیوں کو اپنانے سے ہی انسان حقیقت میں انسان بن سکتا ہے۔ یہ سب انسان کو خود کرنا ہے وہ اس میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اس میں آزاد ہے۔ برائی کو چھوڑ دو بس سیدھی سی بات ہے۔ جو اچھائیاں ہیں انہیں اپناتے چلے جاؤ۔ کسی بھی چیز کو معمولی نہ سمجھو۔ کوئی غلطی ہے تو اسے بھی بالکل معمولی نہ سمجھو۔ بات کا بتنگڑ بن سکتا ہے۔ اس کو اسی وقت بند کرو۔ اسی طرح اچھائی کو بالکل معمولی بات نہ سمجھو۔ کوئی چھوٹی سی اچھائی ہو اسے بھی اپنا لو، یہ آپ کے لئے بہت بڑی اچھائی کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی طرح اصلاح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دوسرے بھائیوں کا خیال کرنے کی اور ان کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۱۰ ستمبر ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ اللہ کی یاد ٹھیک ٹھاک ہونی چاہئے۔ اس میں ذرا ہنگامہ ہونا چاہئے:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ہمارے بحر کی موجوں میں اضطراب ہونا چاہئے۔ خاموشی اچھی نہیں لگتی۔ طوفان ہو، طوفان کے تھپیڑے کھائیں تو پھر مزا آتا ہے۔

☆ ہفتہ وار حلقہ ذکر آپ کو ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت کے لئے مقرر کیا ہے تا کہ آپ ایک دوسرے سے واقف رہیں، پتا چلے کہ کوئی ٹھیک ٹھاک ہے، خادم حلقہ کیسے ہیں،

نئے Orders کیا ہیں۔ یہ باتیں سننے کے لئے ہفتہ وار ذکر ہوتا ہے۔ باقی آپ کا اپنا ذکر جو ہے وہ اپنا ہے، اس کا جواب نہیں ہے۔ اس کا کوئی Alternate بھی نہیں ہے۔ وہ ذکر ضرور کیا کریں چاہے دس منٹ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ضرور کیا کریں۔ اللہ آپ کو ہمت دے، حوصلہ دے۔ آپ کو دیکھ کے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔

☆ ایک بھائی نے پوچھا کہ جب آپ ذکر کے بارے میں پوچھتے ہیں تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے؟ آپ ذکر پاس انفاس کا پوچھتے ہیں یا ذکر نفی اثبات کا؟ اس پر جواب میں فرمایا:

پاس انفاس کا اس لئے نہیں پوچھتے کہ وہ بغیر پوچھے بلا ناغہ آپ نے اپنی سانس کے ساتھ کرنا ہے۔ سانس کو تو آپ نہیں بھول سکتے۔ یہ آپ بھول سکتے ہیں نہ ہم بھول سکتے ہیں۔ اس لئے اس کا پوچھنا نہ پوچھنا ایک برابر ہے۔ سانس چلتا ہے تو پاس انفاس چلتا رہتا ہے۔ خدانخواستہ سانس رک گیا تو پاس انفاس بھی رک گیا۔ اس لئے اس کے تو رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہم جو پوچھتے ہیں ہم نفی اثبات کا ہی پوچھتے ہیں کہ اس میں اپنی مصلحت ہوتی ہے کوئی کام ہے، وقت نہیں ہے، مجبوری ہو گئی، بیمار ہو گیا، یہ ہو گیا، وہ ہو گیا، اس کے تو بہانے ہوتے ہیں اس پاس انفاس میں تو کوئی بہانہ نہیں ہے۔ وہ تو آپ کے ساتھ ہے۔ سانس رکے گا تو اللہ اللہ رک جائے گی۔ سانس چلے گا تو اللہ اللہ ہوگا۔

ایک بھائی نے کہا کہ یہ پاس انفاس ذہن سے نکل جاتا ہے۔ اس پر فرمایا:

کوشش کرو۔ کوشش ایسے کرو کہ آپ دماغی کام میں کہیں بھی مصروف ہیں، کسی بھی قسم کے دماغی کام میں اگر آپ مصروف ہیں تو اس وقت مت کریں لیکن جونہی آپ دماغی کام سے فارغ ہوتے ہیں تو ایک لمحے کی بھی اس میں دیر نہ ہو۔ فوراً سوئچ آن کرو اور اللہ اللہ کرنا شروع ہو جاؤ وہ چاہے پھر آپ کو ایک منٹ ملے یا ایک گھنٹہ ملے، وہ جو فالتو وقت ہے، بالکل فالتو، بیکار، وہ اللہ کی یاد کو دے دو۔ اس میں کنجوسی مت کرو۔ جب آپ دنیا کے کاموں میں مصروف ہیں تو خوشی سے کرو۔ شوق سے کرو۔ سارے کام پوری استقامت سے کرو۔ لیکن جونہی اُدھر سے آپ کا کام فارغ ہوتا ہے تو ادھر پاس انفاس کا سوئچ آن کر دو۔ اللہ اللہ کرو۔ اب یہاں جتنا ٹائم ملے۔

چاہے ایک منٹ ملے، ایک گھنٹہ ملے، یا پورا دن ملے۔ یہ بیکار وقت اللہ کو دے دو۔ کوشش کرو کہ اگر آپ کے پاس اور کوئی کام نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ وقت اللہ اللہ کو ہی دو۔ یہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وقت لگتا ہے لیکن یہ اتنا آسانی سے Adopt ہو جاتا ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ اللہ میاں خود کہتا ہے کہ آپ میری طرف ایک قدم بڑھائیں تو میں آپ کی طرف دو قدم بڑھاؤں گا۔ اس لئے پھر اللہ میاں آپ کی طرف دو قدم بڑھاتا ہے۔ آپ کریں تو سہی۔ ان شاءاللہ ضرور ہو گا۔ صحیح ہو گا۔ اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے۔ اللہ آپ کو اپنی یاد سے نوازے۔

☆ صبح شام پندرہ منٹ کے پاس انفاس کے موضوع پر بات ہوئی تو فرمایا:

جب آپ یہ پندرہ منٹ کا پاس انفاس کریں تو پھر ذرا ترنم سے پانچ، سات دفعہ درود شریف بھی پڑھیں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کی حالت یہ پاس انفاس کرنے سے پہلے کیسی تھی اور اب کیسی ہے۔ یہ سب لکھا ہوا ہے اور ہم وقتاً فوقتاً بتاتے بھی رہتے ہیں مگر ہم مصروف ہو جاتے ہیں، اور کام بہت ہیں، بس اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ باقی ویسے ہر چیز کا اک وقت مقرر بھی ہے۔ اللہ میاں سارا کچھ ساتھ ساتھ چلاتا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

اس پاس انفاس کے بعد خوش الحانی سے درود شریف پڑھیں، حضور ﷺ کی طرف خیال کرتے ہوئے پڑھیں۔ بس یہ پندرہ منٹ کا پاس انفاس آپ کے سارے دن کے پاس انفاس پر بھاری ہو گا۔ ضرور کیا کریں۔ سارے بھائیوں کو باباجی نے اس کی اجازت دے رکھی ہے، سارے بھائی یہ کریں۔

☆ جو بھی کام کرو پورے حوصلے سے کرو۔ اس Confidence سے کرو کہ رزق ہمارا اللہ نے دینا ہے، نہ کہ اس کاروبار نے یا میری نوکری مزدوری نے۔ رزق اللہ نے دینا ہے اور دے گا۔ وہ باعزت اور باوقار طریقے سے دے گا۔ یہ ساتھ ساتھ رکھیں۔ اللہ میاں سے جو چیز مانگو، اچھی مانگو، خوب مبالغے سے مانگو، وہ دیتا ہے۔ مانگنے میں کنجوسی مت کرو، خوب مانگو۔ اللہ دیتا ہے۔

☆ آپ کے دل و دماغ میں کسی کے خلاف کوئی بات آ گئی تو فوراً اس سے توبہ کریں اور اس کے لئے دعا کرنا شروع کر دیں، جلدی آپ کا مداوا ہو جائے گا۔ جو غلط خیال آپ کے ذہن میں آیا تھا اس کا مداوا ہو جائے گا۔ اس کے لئے خلوص دل سے دعا کریں کہ یا اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی اسے اس کی جزا دے۔ خوب اس دوست کے لئے دعا کیا کریں۔

☆ حلقہ ذکر میں شریک ہونے والے کسی فرد سے متعلق بات چلی تو فرمایا:

آپ پیار سے انہیں سمجھا دیں کہ ہمارا مقصد یہاں صرف پیار اور محبت کرنا ہے، اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ اللہ اللہ کرنا، ایک دوسرے کو سکھانا، خود سیکھنا، اور پیار محبت کرنا۔ ہمارا طریقہ کار مل بیٹھنے کا یہی ہے اور یہی مقصد ہے ہمارا۔ آپ اگر اس سے متفق نہیں ہیں تو خدا حافظ۔ جانے دو۔ نہ اپنا وقت ضائع کرو نہ ہمارا وقت ضائع کرو۔ آپ آپس میں مشورہ کر کے ان سے بات کر لیں۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۴ ستمبر ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ زندگی کی تلخی پر بھی اعتدال کے رویے پر بات ہوئی تو فرمایا:

بابا جی بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں آدھے رہ گئے تھے مگر پھر بھی سارے کام کرتے تھے۔ وہ کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تو اس کا انگلینڈ سے جوڑ منگوایا وہ بھی نہیں لگا۔ آخر وقت تک اس کے ساتھ رہے اور سارے کام لیٹے لیٹے ہوتے تھے۔ ہفتے میں ایک دفعہ ڈاکٹر آتا تھا اس کی پس وغیرہ نکال لیتا تھا اور اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے سارے کام ہوتے تھے۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ مجھے تکلیف ہے۔ جب بہت تنگ ہو جاتے تھے، اپنے بہت خاص لوگ ان کے پاس ہوتے تھے تو کہتے یار مجھے اب چلے جانا چاہئے بس میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔ خواہ مخواہ اب میرا پردہ اٹھ گیا ہے۔ اب چلے جانا چاہئے۔ یہ بات کرتے تھے ورنہ بالکل ہنستے کھیلتے، اور ماشاءاللہ سارے کام کرتے تھے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۴ ستمبر ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ محفل میں شریک ایک بھائی کی تعریف کرتے ہوئے آپ سے عرض کیا گیا کہ آج انہیں دیکھیں یہ کیسے چمک رہے ہیں۔اس بات پر آپ نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کے مصرعہ سے بات شروع کی:

جمال ہم نشیں بر من اثر کرد

(ہم نشیں کے جمال نے مجھ پر بھی اثر کردیا)

جواللہ کا ذکر کرتے ہیں ان پر اثر تو ہوتا ہے پھر۔یہ تو ہوتا ہے۔جن کا وہ ہم نشیں ہے وہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔اس کے جمال کا اثر تو پھر ہوتا ہے۔ماشاءاللہ۔اللہ تعالیٰ انہیں اور دے،اور دے۔

☆ حلقۂ ذکر میں شریک ہوں تو بڑا مزہ آتا ہے۔بھائی سب ایک دوسرے کو دیکھ کے مزید پرجوش ہوتے ہیں۔جب حلقۂ ذکر میں شریک ہوں تو خوب جوش خروش سے ذکر کریں۔حلقہ میں آکر خاموش نہیں بیٹھا کریں۔ذکر کیا کریں سب۔اپنی اپنی آواز کے مطابق۔خاموش بیٹھے رہیں گے تو دوسرے بھی Disturb ہوتے ہیں کہ چلو یہ خاموش بیٹھ گیا ہے،کام چل گیا ہے تو میرا بھی کام چل جائے گا۔اس لئے خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے۔ذکر کرنا چاہئے۔

☆ یہ جو رزق کی بات ہے یہ کام بھی اللہ کا ہے لیکن اس کے لئے اللہ میاں نے وسیلے کا حکم دیا ہے تو باقی کام ہر کسی نے اپنا خود کرنا ہوتا ہے۔ہاں یہ سب کو بتا دینا کہ جو ہمارے تو حیدی رنگ کے بھائی اپنی نماز میں Punctual ہوتے ہیں اور تعلیم پر عمل کرتے ہیں ان کے روزی رزق میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔وہ خوشحال ہی رہتے ہیں۔مال و دولت کی ان کے پاس ریل پیل نہیں ہے تو کم از کم محتاجی بھی نہیں ہوتی۔یہ گارنٹی ہے۔اس کی گارنٹی بابا جیؒ (انصاری صاحبؒ) نے اللہ کے فضل و کرم سے دی ہے کہ جو لوگ تعلیم پر عمل کریں گے اور نماز خاص طور سے باقاعدگی سے پڑھیں گے ان کی مالی حالت ہمیشہ بہت اچھی ہوگی۔یہ سب کو بتا دینا۔اللہ کے فضل سے یہ ہے۔حقیقت ہے۔ہمارے بھائیوں میں ہم نے دیکھا ہے۔ہمیں خود اس کا تجربہ ہے۔

یہ اللہ کی دین ہے،وہ دیتا ہے۔باباجیؒ نے یہ بڑی محنت کی،بڑی منت سماجت کی اوراس کے بعد اللہ میاں مان گیا۔ان شاءاللہ جوتعلیم پرعمل کرے گا وہ کبھی روزی روٹی کے حوالے سے مایوس نہیں ہوگا،اسے خوب ملے گا۔

☆ سالانہ کنونشن کے حوالے سے اس میں مزید بہتری کی تجاویز کی بات ہوئی تو فرمایا:

ماحول اور پروگرام میں Improvements سے جلا آتا ہے۔ Improvement اگرتھوڑی بہت ہوتو بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔آپ یہ لکھ بھیجنا کہ ہم ابھی کس چیز میں پیچھے ہیں۔ہمیں کس چیز کو بہتر کرنا چاہئے۔مطلب یہ کہ ان سے بھائیوں پراچھا اثر پڑے،ایسی تجاویز ہوں۔

☆ شجاع آباد سے ایک نئے بیعت ہونے والے بھائی نے اپنے ذکر اذکار کے معمولات کے بارے میں بتایا تو اس پرفرمانے لگے:

یہی وقت ہے کہ نئے بیعت شدہ جتنے بھی بھائی ہیں یہ اگرابھی سے اسے Serious لیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ ہماری ڈیوٹی لگ گئی ہے،یہ ہم نے کرنا ہی کرنا ہے تو یہ کامیاب ہوجائیں گے۔اسے جو بھائی Easy لے گا تو وہ اسے ہمیشہ ہی Easy لیتا رہے گا اور وہ اپنے ذکر پرنہیں چڑھ پائے گا۔یہ ضروری ہے۔بیعت ہونے کے بعد اپنے آپ میں پہلی تبدیلی ہی یہی لانی چاہئے کہ ہم روزمرہ کا ذکر جو ہم نے اپنے گھر میں کرنا ہوتا ہے،اس میں ناغہ نہ کریں۔

ایک اور بات بھی یادرکھیں کہ یہ ذکر جواپنے گھر میں کرنے والا ہے یہ کم ازکم چھ مہینے تک ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ پرکریں۔آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ جن لوگوں نے مچھلی کے فارم وغیرہ بنائے ہیں وہ مچھلیوں کو خوراک کسی خاص وقت پرکسی خاص جگہ دیتے ہیں۔مچھلیاں اس وقت اس جگہ پر پہلے سے اکٹھی ہوجاتی ہیں جب ان کی خوراک کا ٹائم ہوتا ہے۔بالکل اسی طرح جہاں آپ ذکر کررہے ہیں وہاں کوئی غیرمرئی مخلوق جیسے جنات،فرشتے،بزرگوں کی روحیں جو ہیں،جنہیں پیار آتا ہےتو وہ بھی وہاں آتی ہیں۔اگرآپ اپنا یہ معمول بنالیں

کہ ایک ہی وقت پر اور ایک ہی جگہ پر اگر آپ پانچ چھے مہینے ذکر کریں گے تو آپ اور ہی لطف پائیں گے۔ وہاں پر ایسے لوگ بھی ذکر میں شامل ہوں گے جن کو آپ نہیں جانتے۔ وہ بزرگوں کی روحیں بھی ہوں گی، ان میں فرشتے بھی ہوں گے، ان میں جنات بھی ہوں گے۔ اس لئے کوشش کریں یہ پانچ چھے مہینے ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت پر ذکر کریں ان شاء اللہ بڑا فائدہ ہوگا۔

☆ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو ذکر کرتے ہیں وہ زندہ ہیں۔ وہ ایسے ہیں جیسے زندہ۔ اور جو ذکر نہیں کرتے وہ ایسے ہیں جیسے مردہ۔ اپنے آپ کو زندوں میں شامل کریں۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ زندوں کا خدا ہے۔ یاد رکھیں۔ زندہ بنو اور اللہ کو اپنا لو۔

خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے۔

مسلمان تو آج کل کے مردہ ہیں۔ مسلمان یہ میں نہیں سمجھتا کہ زندہ ہیں۔ ایسے ہی مسلمان کسی دور میں گزرے ہوں گے جیسے آج کل ہیں۔ مسلمان نہیں ہیں چلو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان کو ہدایت دے دے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اگر یہ کوشش کریں تو یہ بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ کوشش کرنا ہے اگر اللہ انہیں ٹھیک کر دے، کچھ اکثریت ہو جائے تو سارے ٹھیک ہو جائیں گے۔

ہماری حالت آج کل ایسی نہیں ہے۔ ہم اس بات پر فخر نہیں کر سکتے کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان ہونا بڑی بات ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔ جنہیں پتا ہے ان سے پوچھیں کہ مسلمان کیا چیز ہے آج کل تو ویسے ہی پتا نہیں ہے۔ جنہیں اپنی بات کا خیال نہ ہو انہیں کیا پتا ہوگا۔ اللہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ باباجیؒ نے تو اپنے خطبات میں کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کی آدمی کو سلوک میں یا مسلمان رہنے کے لئے ضرورت ہو۔ سب کچھ بیان فرما دیا ہے۔ ڈار صاحبؒ نے تو کسر نکال دی ہے۔ قرآنی ریفرنس دے کر سب باتیں سمجھا دی ہیں۔ ہم اگر کام کریں گے تو ان کی روحیں بھی خوش ہوں گی کہ ہم نے جو کچھ پڑھایا تھا، جو کچھ سکھایا تھا اس پر عمل ہو رہا ہے، وہ خوش ہوں گے اور آپ ان کی بھی دعاؤں میں شامل ہو جائیں گے، اگر ہم ایسے ہی رہ گئے تو ان کی روحیں بھی ناخوش ہی ہوں گی۔ کیا کہہ سکتے ہیں کہ ہم پھر ان کے کیسے پیروکار ہیں اور قیامت کے دن ہم کیا منہ دکھائیں گے۔ حضور اقدس ﷺ کو ہم کیا منہ دکھائیں گے۔ بس اللہ تعالیٰ سے

دعا کریں کہ وہ ہمیں شرمندگی سے بچائے اور ہمیں ابھی سے اس قابل بنائے کہ ہم وہاں سرخرو ہو کے پیش ہوسکیں۔

☆ توبہ کرنا تو پوری عبادت ہے۔استغفار پڑھنے سے دو فائدے ہوتے ہیں۔ایک تو استغفار بذات خود ایک بہت بڑی عبادت ہے، دوسرا استغفار پڑھنے سے انسان الرٹ رہتا ہے کہ میں استغفار کر رہا ہوں اب مجھ سے کوئی غلطی نہ سرزد ہو جائے۔ میں توبہ تو کر رہا ہوں کہیں دوبارہ نہ غلطی ہو جائے۔اس کا احساس بھی ہوتا ہے تو آدمی بہت ساری برائیوں سے ویسے ہی بچ جاتا ہے۔استغفار پڑھنا چاہئے یہ اچھی بات ہے۔سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: استغفار کثرت سے پڑھا کرو۔میں دن میں ستر بار استغفار پڑھتا ہوں۔یہ ستر بار آپ ﷺ کثرت کے لئے فرمایا کرتے تھے۔استغفار بڑی اچھی بات ہے، سب پڑھا کریں۔ایک حدیث مبارکہ بھی ہے کہ معیشت کی تنگی کی صورت میں استغفار کثرت سے پڑھا کریں اور باوضو رہا کریں تو اللہ تعالیٰ اس میں بہتری لائے گا۔

شکر تو اللہ کا ادا کرنا فرض ہے۔ہم جتنا چاہیں مرضی کریں ہم شکر ادا ہی نہیں کر سکتے۔ ہمیں اللہ نے جتنی نعمتیں دی ہوئی ہیں، اپنے جسم پر خیال کریں کان، آنکھ، ہاتھ، منہ، زبان، ناک اور جسم کا ایک ایک حصہ ہے۔ایک ناخن بھی اگر زیادہ کٹ جائے تو انسان کو کتنی تکلیف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں اور تندرستی عطا کی ہے، اگر ہم شکر نہیں ادا کریں گے تو یہ واقعی بڑی ناشکری ہوگی، اس کا خیال ضرور رکھیں اور اللہ کا شکر ادا کیا کریں۔حدیث مبارکہ یہی ہے کہ اگر آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نعمتیں دی ہوئی ہیں تو اس کا شکر ادا کرو اور اگر نہیں دی ہوئیں تو اس پر صبر کرو۔دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے گا۔صبر کی صورت میں بھی اجر ملے گا اور شکر کی صورت میں بھی اجر ملے گا۔یہ اللہ میاں نے تو آپ کے لئے لوٹ بازار لگایا ہوا ہے۔ لوٹیں جتنا چاہیں۔اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اس کے ہاں کمی نہیں ہے، وہ دیتا ہے۔بس ہم لینے والے بنیں، اُس کے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۱۹ نومبر ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

بیاد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

(۲۹ جولائی ۱۸۹۳ء۔ ۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء)

سید رحمت اللہ شاہ

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ سے محبت کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ۔ان شا اللہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپؒ کے چاہنے والوں میں اضافہ ہوتا رہے گا ۔ان لوگوں کی آپؒ سے محبت کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں جن کو آپؒ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔کوئی خاص بات،کوئی خاص ادا،یا کچھ بھی وجہ ہوسکتی ہے۔جو آپؒ سے ملے ان میں بغیر کسی بات متاثر ہونے والے لوگ بھی ہوسکتے ہیں ۔کوئی بات ہی نہیں،نہ وجہ معلوم ہے،کچھ بھی پتا نہیں مگر آپؒ اچھے لگے،دل مائل ہوگیا تو متاثرین میں شامل ہوگئے ۔ایسے لوگوں کو تو آپؒ نے پوری طرح واضح کردیا بلکہ یہ کہا جائے کہ جتلا دیا تو غلط نہ ہوگا کہ یہ آپؒ سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ایک سے زیادہ مواقع ایسے آئے جب آپؒ نے اس محبت کو واضح فرمایا۔ایک سالانہ کنونشن ختم ہوا ہے،سب اپنے گھروں کو جانے لگے ہیں،اجازت لے کر رخصت ہونا ہے،آپؒ کرسی پر جلوہ افروز ہیں،مریدین سلسلہ ارد گرد دائرہ بنائے کھڑے ہیں،خاموشی ہے،کون بولے اور کیا کہے؟مکمل سکوت ہے۔آپؒ نے خود بات شروع فرمائی:کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ یہاں کیوں آتے ہیں؟کسی نے کیا جواب دینا تھا،سوز و گداز کا ماحول تھا،سب خاموش تھے۔آپؒ نے خود جواب دیا:آپ یہاں اس لئے آتے ہیں کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔اس دوطرفہ محبت کی وجہ کیا تھی؟اس کا جواب آپؒ نے بھی دیا اور ہر توحیدی کو آج بھی ازبر ہے۔وہ جواب ہے:اللہ۔آپؒ کے 'چراغ راہ' میں ایک خطبہ میں ایسے ہی الفاظ تحریر ہیں:آپ اتنے دور دراز مقامات سے سفر کی تکلیفیں برداشت کرکے،گھر کے سوکام کاج چھوڑ کے،اپنی جیبوں سے پیسے خرچ کرکے یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہیں؟۔۔۔آپ کے چہروں سے خلوص کا رنگ جھلکتا ہے،آنکھوں سے محبت کے فوارے پھوٹ

رہے ہیں، یہی نہیں مجھے تو آپ کے دلوں کی دھڑکنیں بھی سنائی دے رہی ہیں، ان دھڑکنوں سے جو نام نکل کر عرش سے ٹکراتا ہے وہ نام بھی سنائی دے رہا ہے، وہ نام ہے: اللہ ۔ یہ معاملہ تو تھا ان لوگوں کی آپؒ سے محبت اور محبت کی وجہ کا جنہوں نے آپؒ کی زندگی میں آپؒ کو پایا ۔ ہم لوگ جو بعد میں آئے ، ہماری آپؒ سے محبت کی وجہ یا وابستگی کی نوعیت کیا ہے؟ اس کا جواب بھی کما حقہٗ وہی ہے جو یہاں تحریر ہوا: اللہ ۔

آپؒ کی زندگی میں آخری سال ۱۹۷۷ء شروع ہوا تو آپؒ نے فرمایا: خدا کی قسم ! میں نے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی ۔ سب کچھ بتا دیا ہے بلکہ لکھ دیا ہے ۔ آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی ہیں ۔ آپؒ نے جدید دور میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے خالص فقیری کا نصاب تحریر فرمایا، اسے عملی طور پر رائج فرمایا، اور ہمیشہ کے لئے مریدین سلسلہ کے محسن ٹھہرے ۔ فقیری کا ایسا نظام لائے جس میں ایک ہی شیخ سلسلہ ہر دور میں تمام مریدین سلسلہ کے روحانی پیشوا اور آپؒ کی تمام تر تعلیمات کے علمبردار ہیں ۔ آپؒ نے فرمایا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میرا فیض دس گنا بڑھ جائے گا ۔ فیض کی یہ بات مشاہدے کی ہے ۔ کم وبیش تمام مریدین سلسلہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص تائید ونصرت جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے دور میں بھی دیکھی اور آج شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب صاحب کے دور میں بھی اللہ کے خاص فضل وکرم سے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ الحمد للہ ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو جس زاویے یا جس انداز سے دیکھا جائے ایک انتہائی منفرد و ممتاز پہلو سامنے آتا ہے ۔ توحیدیہ تعلیمات، افکار و معمولات اس نوعیت کے ہیں کہ جن میں سادگی، عاجزی اور صحیح کہا جائے تو معصومیت ایسی چھلکتی ہے کہ بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے حسن نظر، بصیرت و بصارت پر رشک بھی آتا ہے اور ہر توحیدی کو اپنی عاجز و ناتواں ذات کی سلسلہ توحیدیہ سے وابستگی پر ناز بھی ہوتا ہے ۔ ہر انگ میں نیا رنگ، نیا ڈھنگ، اور عجیب وغریب شعور بیدار نظر آتا ہے ۔ لوگ اللہ کے خوف اور ڈر کی بات کرتے ہے، تو توحیدی اللہ سے دوستی، پیار اور محبت کی بات کرتے ہیں ؛ لوگ اللہ کے خوف میں دو آنسو بہانے کو ترستے ہیں تو توحیدی کو اللہ کی محبت میں رونا آئے تو مزاج یار ہی منائے ؛ لوگ اللہ کی بخشش اور جنت کی عنایت کی طلب میں ہیں، تو توحیدی اللہ کے قرب، عرفان، لقا اور دیدار کی خواہش کو شدید سے شدید تر کرتا ہے ؛ لوگ جیتے جی دیدار ذات باری تعالیٰ کے قائل ہی نہیں، تو توحیدی پہلے دن اس راہ پر

لگتا ہے کہ میں نے جیتے جی اللہ کو دیکھنا ہے؛لوگ اجر وثواب کی بات کرتے ہیں تو حیدی اللہ کے فضل وکرم سے بس اسی کو چاہتا ہے؛لوگ نیکیاں گننے تولنے اور سمیٹنے کی طرف ہیں تو حیدی ہر نیکی کو خلوص اور محبت سے بھر دینے کی سوچتا ہے ؛لوگ کئی کئی نوافل پڑھ کر بھی اللہ کی خوشنودی میں شک کرتے ہیں؛ توحیدی نوافل دو ہی پڑھتا ہے مگر اس قرب میں پڑھتا ہے کہ صرف اللہ ہی اللہ ہوتا ہے؛لوگ لمبے چوڑے وظیفے پڑھتے ہیں تو حیدی صرف اللہ اللہ کرتا ہے؛لوگ لمبی چوڑی خواہشیں رکھتے ہیں تو حیدی ہر خواہش کو رخصت کر کے صرف اللہ کی دیدار کی خواہش پالتا ہے؛لوگ ساری زندگی اپنے گناہوں اور لغزشوں کو یاد کرتے ہیں تو حیدی ایک توبہ سے سب کچھ بھول کر نئے دور کا آغاز کرتا ہے۔مختصر یہ کہ آپؒ کی زندگی بخش توحیدیہ تعلیمات ایک باعمل توحیدی کی سوچ وفکر اور ہر ادا کو ایسا دلفریب بناتی ہیں جس کا احاطہ الفاظ میں ممکن نہیں۔

باتیں بہت بڑی بھی ہیں عجیب بھی مگر یہ توحیدیہ تعلیمات کا شاخسانہ ہیں۔اس میں شک نہیں کہ ہوتا سب کچھ اللہ کے فضل وکرم سے ہے،ہوتا بھی اسی جہان میں ہے مگر الفاظ وادراک کا فرق ایک توحیدی کو عام فرد سے ممتاز کرتا ہے۔آب ورنگ کی اسی ایک ہی دنیا میں رہتے ہوئے توحیدی آب ورنگ سے آزاد ایک نئے جہان میں جیتا ہے۔روحانیت کا ایک ایسا جہاں جس میں ماضی حال اور مستقبل کوئی معنی نہیں رکھتے،مادی حدود وقیود بے معنی ہیں،زندگی اور موت نہ ہی فاصلہ ہیں اور نہ ہی کسی دوری کا موجب ہیں۔ممکن ہے کوئی کہے کہ یہ سب کہاں ہوتا ہے۔توحیدیہ تعلیمات کی مقصدیت اور ایک توحیدی کا نصب العین اس قدر اعلیٰ وارفع متعین ہے کہ جن کے پیش نظر ان روحانی معاملات و واردات کی کوئی وقعت نہیں اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات میں ایسے بیان کی ممانعت ہے۔اس کے باوجود بھی جس قدر ربانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بیان فرمایا اور آپؒ کے احوال میں بیان ہو چکا ہے وہ بھی کوئی کم نہیں ہے۔

آپؒ نے اپنی مختصر ترین کتاب 'طریقت توحیدیہ' میں اپنے سلسلہ اور روحانیت کا مکمل نصاب تحریر فرمایا۔یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپؒ سے پہلے کسی بھی سلسلہ کے بانی نے اپنا روحانیت کا مکمل نصاب نہیں لکھا۔بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں،ان کے دور میں روحانی باتیں صدری نسخوں کی

صورت پوشیدہ رہیں۔تو حیدیہ فقیری کا نصاب نہ صرف پیش ہے بلکہ قرآن وسنت طیبہ کے عین مطابق علمی وتحقیقی پرکھ کے لئے منظر عام پر ہے۔آج تک کہیں سے کوئی نقطہ اعتراض آپ کی طریقت پر سامنے نہیں آپایا۔آپؒ کی کتاب 'چراغِ راہ' سالانہ خطبات کا ایسا مجموعہ ہے جس میں عالم مادی سے عرش کبریاء تک روحانی سفر کی بات اور بہترین راہنمائی ہے۔روحانیت کی مبادیت سے کمال تک کی بات لکھی گئی ہے۔ایک قاری اس کے مطالعہ سے فکری بالیدگی سے ہمکنار ہوتا ہے۔'تعمیر ملت' مسلم امہ اور اس کے موجودہ حالات ومستقبل کے بارے میں سوچ وفکر کی عکاس آپؒ کی اصل کتاب اور آپؒ کے فہم وفراست کا عظیم شاہکار ہے۔'حقیقت وحدت الوجود' تصوف وروحانیت کے حلقوں میں ایک بہت بڑے مسئلہ پر ایسا نقطہ نظر ہے جو سند کی حیثیت رکھتا ہے۔وحدت الوجود کے علمی خزانوں میں یہ ایک عملی روحانی پیشوا کی تحریر ہے جو خود اس مقام سے گزرے ہیں جہاں ایک سالک کو وحدت الوجود کی کیفیت وارد ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے توحیدیہ تعلیمات کو اس نہج پر مرتب فرمایا ہے کہ ان پر تعمیر ہونے والے کردار میں ہمیشہ آگے سے آگے بڑھنے کی جستجو کا درس ہے۔ہر جگہ ایک ہی سبق ہے کہ سادہ کھاؤ، سادہ پہنو اور سادہ زندگی بسر کرو۔عمل کی بات ایسی ہے کہ ساری زندگی ایک سپاہیانہ ومجاہدانہ طرز پر گزارتے جاؤ، ہر جگہ عمل، عمل اور عمل کی تلقین، نصیحت وہدایت ملتی ہے۔سستی وکاہلی سے کوسوں دور رکھا گیا ہے۔ہر لحہ اور ہر حال میں اللہ کی یاد میں جینے کی بات ہے۔ہر جگہ حیات جاوداں کی بات ہے۔موت کا تذکرہ بھی آیا ہے تو اس حال میں مرنے کا لکھا ہے کہ اللہ سے ملنے کی، اللہ کو دیکھنے کی شدید خواہش اور طلب میں انسان اس دنیا کو وداع کہے۔مرنے کے بعد ایسے ٹھوس انداز میں کامیابی وکامرانی کا یقین دلایا کہ کج فہم وکم علم بھی یقین کیے بغیر نہ رہ سکے۔واضح لکھ دیا کہ جو ایسے رخصت ہوگا اس کا انجام اللہ کی گود کے سوا اور کہیں نہیں۔سبحان اللہ۔اس سے واضح اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ فرمایا: خوب اللہ اللہ کرو، اللہ اللہ کرتے رہو، اللہ کی یاد میں جیو اور اسی میں مر جاؤ۔اگر آخری وقت اللہ یاد رہا تو سمجھو کہ ساری زندگی کامیاب گئی ورنہ بےکار گئی۔

آپؒ نے اپنی زندگی بخش تعلیمات میں اپنے دردمند دل کے نقوش خوب چھوڑے جنہیں ایک سالک کی تو بات ہی کیا ایک عام قاری بھی پوری طرح محسوس کرتا ہے۔ان تعلیمات کی تاثیر دیکھنے اور سمجھنے کے لئے عرصہ یا مدت درکار نہیں لمحوں کی بات ہے۔اللہ کی بات سے سچی اور پکی بات کسی اور کی

سوچنا بھی کفر ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا، تم مجھے تنہائی میں یاد کرو تو میں تمہیں تنہائی میں یاد کروں گا، تم مجھے محفل میں یاد کرو تو میں تمہیں اس سے بہتر محفل میں یاد کروں گا، تم میری طرف چل کے آؤ تو میں تمہاری طرف دوڑ کے آؤں گا۔ بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیمات کے پیشِ نظر آپؒ کے پیروکار ہم توحیدی اللہ کو اپنی سانسوں میں بساتے ہیں، اس کی یاد میں اور اس کی طلب میں آہ وزاری کرتے ہیں، دس دس، بیس بیس، اور چالیس چالیس سال یا اس سے بھی زائد اسی حال میں گزارتے ہیں، یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسی کے فضل و کرم اور عنایت سے ممکن ہوتا ہے، اپنی عاجزی وانکساری کا پوری طرح اعتراف بھی ہے، کیا یہ سب کچھ محض یک طرفہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ اپنے چاہنے والوں کو ہرگز اکیلا نہیں چھوڑتا، وہ ہر دم ساتھ رہتا ہے۔ حشر کی بات نہیں، توحیدیوں کو لمحہ لمحہ رسپونس ملتا ہے۔ الحمدللہ۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تو حیدیوں کو ذکر کی راہ پر لگایا۔ کتنی ہی احادیث مبارکہ ہیں جو اہل ذکر کے لئے نوید و بشارت اور باعث تسکین ہیں۔ ذکر کی جگہ آسمان سے ایسے چمکتی ہے جیسے ہمیں زمین سے ستارے نظر آتے ہیں۔ جب ذکر کی جگہ ایسے چمکتی ہے تو وہ دل کیسے ہیں جن میں اللہ کی یاد بس گئی ہو وہ انسان جن میں اللہ ہی اللہ بستا ہے۔ فرشتے اللہ کے ذکر کی جگہ ڈھونڈتے ہیں، ایسی جگہ اکٹھے ہوتے ہیں جہاں ذکر ہو رہا ہو، ایسی جگہ کو آسمان تک ڈھانپ لیتے ہیں۔ جہاں توحیدی شب و روز میں ایک بار باقاعدگی سے ذکر نفی اثبات کرتا ہے تو ایسی جگہ فرشتوں کی حاضری نہیں ہوگی؟ جس دل میں اللہ کی یاد چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے قائم ہو، اندر ہی اندر جاری ہو تو ایسے دل اور ایسے انسان کی قدر و منزلت ہی فرشتوں کی دسترس سے ماوراء ہے، اللہ خود اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔ کیا ایسے بندے کو اللہ مایوس و نامراد تنہا چھوڑ دیتا ہے؟ یقیناً خیر و برکات ایسے بندوں کے لئے خاص ہوں گی۔ قیامت کے دن نمازیوں کے وضو کے اعضاء چمک رہے ہوں گے جن سے سرکار دو عالمﷺ اپنی امت کو پہچان لیں گے۔ ابھی نماز نہیں پڑھی، اس کی تیاری اور اللہ کے حضور نماز میں پیش ہونے کے لئے جانے لگے ہیں تو اس قدر نور عطا ہوتا ہے جو ایک امتی کی پہچان ہے۔ نماز ہر حالت میں فرض عبادت ہے مگر اللہ کی یاد کے لئے قائم کی جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ دل جس میں اللہ کی یاد نماز میں آنے سے پہلے اور اس کے بعد بھی قائم رہے تو اس

کے نور کی مثال کیا ہوگی؟ الغرض اللہ کا ذکر کئی فضائل کا موجب ہے۔ توحیدی اگر اس طرف مائل ہوئے ہیں تو یہ سوچ فکر اور سارے انداز حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیمات کا شاخسانہ ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے زندگی بخش روحانی تعلیمات کا ایک نظام وضع فرمایا۔ ایسا نظام جس میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی صورت میں روحانی پیشوا کا ایک منصب متعارف فرمایا۔ ہر آنے والے دور میں مریدین سلسلہ کا رجوع روحانی پیشوا کی صورت میں ایک زندہ بزرگ کی طرف رکھا۔ دیکھا جائے تو یہ اپنی ذات کی نفی کی ایک بہترین مثال قائم کی۔ اپنے روحانی سلسلہ کا نام تک اپنے نام پر رکھنے کی بجائے توحیدیہ رکھا تا کہ ہر مرید کے پیش نظر رہے کہ وہ خالص توحید کا ماننے والا ہے۔ صدیوں سے قائم اور مضبوط جڑیں پکڑنے والی پیری فقیری اور روایتی تصوف کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ پیر پرستی، قبر پرستی، اور دربار داری کے سارے کاروبار یکسر مسترد کر دیئے۔ تصوف میں اپنے افکار ونظریات کی بنیاد و تشریح قرآن وسنت کے عین مطابق کی۔ فرقہ بندی، گروہی، مسلکی ہر قسم کی تفریق و تقسیم کو پس پشت ڈال کر صرف اور صرف اخلاقی بنیادوں پر اتفاق واتحاد امت کا لائحہ عمل پیش کیا۔

آپؒ کو اپنا توحیدیہ مشن دل وجان سے عزیز تھا۔ تعلیمات کا عمومی جائزہ یہ واضح کرتا ہے کہ آپؒ نے واقعی کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔ آپؒ کی خواہش تھی کہ آپؒ کا سلسلہ ہی امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنے۔ اس کا اظہار بھی بڑے محتاط الفاظ میں فرمایا۔ آج یہ تعلیمات زندہ ہیں، آپؒ کا کردار شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ باباجان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کی صورت زندہ ہے، اور ہر دور میں وقت کے شیخ سلسلہ کی صورت قائم و دائم ہے۔ مریدین سلسلہ میں ایک غالب اکثریت نے توحیدیہ تعلیمات کو حرز جاں بنایا ہے۔ نوجوان توحیدی سالک برملا اعتراف واظہار کرتے ہیں کہ ذکر کے بغیر ان کی زندگی کا کوئی تصور نہیں۔ توحیدیہ تعلیمات کی وسعت وبالیدگی اور ان کے عاملین کی ایسی کئی باتیں دیکھ، پڑھ، سن کر دل اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ آج ہم اگر چہ بہت تھوڑے ہیں مگر مستقبل قریب میں ان شاءاللہ ضرور اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی توحیدیہ تعلیمات کو شرف قبولیت بخشے گا، اپنے منتخب کردہ بڑے پیارے بندوں کے دل ان تعلیمات پر مائل کر کے انہیں اکٹھا فرمائے گا جوان تعلیمات کو دل وجان سے اپنائیں گے۔ ان کے دل اللہ کی طرف مائل رہیں گے اور وہ خود خدمت خلق میں وقف رہیں گے۔ بانی سلسلہؒ کا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب ان شاءاللہ ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

اپنے آپ کو پہچان!

امام غزالیؒ

فصل: اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ کیسے معلوم ہو کہ آدمی کی سعادت خدا کی معرفت ہی میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی معرفت میں آدمی کی سعادت کا ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی سعادت اسی کام میں ہوتی ہے جس کے لئے وہ چیز پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ شہوت کا مزہ اسی میں ہے کہ آدمی کی آرزو پوری ہو اور غصہ کا مزہ اسی میں ہے کہ دشمن سے بدلہ لے، آنکھ کا مزہ اچھی صورتیں دیکھنے میں، کان کا مزہ اچھی آوازیں سننے میں ہے اور دل کا مزہ اسی بات میں ہے جو دل کی خاصیت ہے۔ جس کے لئے خدا نے دل کو پیدا کیا ہے وہ امر کاموں کی حقیقت کا پہچاننا ہے کہ یہی دل کا تقاضا ہے۔ لیکن خواہش اور غصہ اور پانچوں حواس سے محسوسات کی پہچان چارپایوں کو بھی حاصل ہے اور چونکہ کاموں کی اصل حقیقت کی معرفت دل کی خاصیت ہے اسی لیے انسان جو چیزیں نہیں جانتا انہیں دریافت کرنے کو جی چاہتا ہے اور جو شے جانتا ہے اس پر خوش ہو کر فخر کرتا ہے اگر وہ بری چیز مثلاً شطرنج سیکھنے کی فکر میں ہے اور جو اسے جانتا ہے اس سے اگر کہیں کہ تو نہ سکھانا تو اسے صبر کرنا دشوار ہوتا ہے اور اس خوشی سے کہ عجیب قسم کا کھیل جانتا ہے یہ چاہتا ہے کہ فخر ظاہر کرے۔

اے عزیز! تجھے جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ دل کی لذت کاموں کی معرفت میں ہے تو یہ جان لے کہ جتنی اچھی اور عمدہ چیز کی معرفت ہوگی دل سے اس کو اتنی ہی لذت ہوگی اس لیے کہ جو شخص وزیر کے اسرار و رموز سے واقف ہوتا ہے وہ خوش ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ کا محرم راز ہو جائے اور اس کے امور مملکت پر واقفیت پائے تو بہت ہی خوش ہوگا اور جو شخص علم ہندسہ کے ذریعہ سے آسمانوں کی شکل اور مقدار جانتا ہے وہ اس شخص کی نسبت بہت خوش

رہتا ہے جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے۔ اور شطرنج بچھانا جاننے سے شطرنج کھیلنا جاننے میں آدمی کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح معلوم یعنی جانی ہوئی چیز جتنی زیادہ اچھی ہوگی اس کا علم یعنی جاننا اتنا ہی عمدہ ہوگا اور اس میں اسی تناسب سے زیادہ مزہ آئے گا۔ اور خدا تعالیٰ سب چیزوں سے اشرف و افضل ہے اس لیے کہ سب چیزوں کو اسی کے سبب سے شرف و عزت ہے، وہی تمام عالم کا بادشاہ ہے۔ تمام عالم کے عجائبات اسی کی صفات کی نشانیاں ہیں تو کوئی معرفت بھی اس کی معرفت سے زیادہ عمدہ اور مزہ دار نہیں اور حضرت ربوبیت کے دیدار سے بہتر کوئی دیدار نہیں اور دل کی طبعیت اس دیدار کو چاہتی ہے اس لیے کہ ہر چیز کی طبعیت اسی خاصیت کو چاہتی ہے جس کے لیے اسے خدا نے پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی دل ایسا ہو جس سے اس معرفت کی خواہش زائل ہو چکی ہو تو وہ دل ایسے بیمار کی مانند ہے جسے کھانے کی خواہش نہ رہی ہو اور روٹی کی نسبت مٹی اسے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔ اگر اس بیمار کا علاج نہ کریں اور اسے کھانے کی خواہش پھر نہ پیدا ہو جائے اور مٹی کا شوق ختم نہ ہو تو وہ بیمار بڑا کم نصیب ہے اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور وہ شخص جس کے دل میں خدا کی معرفت سے زیادہ اور چیزوں کا شوق ہے وہ بیمار ہے۔ وہ اس جہان میں بد بخت اور تباہ ہوگا اور سب خواہشات اور محسوسات کے باعث جو محنت اس نے اٹھائی تھی وہ بھی جاتی رہے گی۔ اور خدا کی معرفت کی لذت جو دل سے تعلق رکھتی ہے مرنے سے دونی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ دل نہ مرے گا اور معرفت برقرار رہے گی بلکہ دل زیادہ روشن ہو جائے گا اور چیزوں کی خواہش سے جتنی تکلیف ہوتی ہے اس میں اس سے دونی لذت اٹھائے گا اور اس کی زیادہ تفصیل اصلِ محبت میں جو آخر کتاب میں بیان کی گئی ہے۔

فصل: اصلِ انسانی کا جو کمال بیان کیا گیا ہے اس کتاب میں اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ تفصیل درکار ہو تو وہ کتاب ''عجائب القلوب'' میں ہم نے لکھ دی ہے، دیکھ لے اور ان دونوں کتابوں سے بھی آدمی کو پوری خودشناسی یعنی اپنے نفس کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ دل آدمی کا ایک رکن ہے اور دل کی تمام صفات میں سے یہ بعض کا بیان ہے اور

آدمی کا دوسرا رکن بدن ہے۔اوراس کے پیدا کرنے میں بھی بہت سے عجائبات ہیں۔ آدمی کے ہر ظاہری اور باطنی عضو میں عجیب باتیں اور عمدہ حکمتیں ہیں۔اور آدمی کے بدن میں کئی ہزار رگیں، ریشے اور ہڈیاں ہیں۔ ہر ایک کی صورت اور صفت علیحدہ ہے۔اور ہر ایک سے غرض جدا ہے۔اے عزیز! تو ان سب سے بے خبر ہے فقط اس قدر جانتا ہے کہ ہاتھ پکڑنے کے لئے، پاؤں چلنے کے لئے، زبان بات کرنے کے لئے ہے لیکن یہ بات جان کہ خدا نے دس پردوں سے آنکھ کو بنایا ہے اور وہ دس پردے باہم مختلف ہیں۔ان میں سے اگر ایک بھی کم ہو تو آدمی کے دیکھنے میں خلل پڑ جائے اور تجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ہر پردہ کس لیے ہے اور دیکھنے میں آدمی ان کا کیوں محتاج ہے اور آنکھ کی مقدار جتنی ہے۔اتنی ظاہر ہے اور اس کی تفصیل بہت کتابوں میں لوگوں نے لکھی ہے اگر تجھے آنکھ کے پردوں کی کیفیت معلوم نہیں تو کیا تعجب ہے اس لیے کہ تو یہ بھی تو نہیں جانتا کہ اندرونی اعضاء مثلاً جگر، تلی، پتا، گردہ وغیرہ کیوں بنے ہیں۔جگر تو اس لیے بنا ہے کہ معدے سے طرح طرح کی غذائیں جو اس میں پہنچیں ان سب کو ایک اندازے پر خون کے رنگ کی طرح کردے تاکہ وہ سات اعضاء کی غذا ہونے کے قابل ہو جائے جب خون جگر میں پک جاتا ہے تو اس کے نیچے تلچھٹ رہ جاتا ہے وہ تلچھٹ سودا کہلاتا ہے۔تلی اس لیے ہے کہ جگر سے خون کو لے اور اس کے اوپر کچھ زرد زرد چیز پیدا ہوتی ہے۔پتا اس لیے ہے کہ اس کو خون سے کھینچ لے اور خون جب جگر سے باہر نکلتا ہے پتلا اور بے قوام ہوتا ہے۔گردہ اس لیے ہے کہ پانی کو لہو سے کھینچ لے تاکہ بغیر سودا اور صفرا کے قوام ہو کر خون رگوں میں جائے اگر پتے میں کچھ عارضہ لاحق ہو جائے تو صفرا خون میں رہ جائے گا۔اس سبب سے کافور اور صفراوی بیماریاں پیدا ہوں گی۔اگر گردے کو کوئی عارضہ لاحق ہوگا تو خون میں پانی رہ جائے گا۔اس سے استسقاء کی بیماریاں پیدا ہوں گی۔اسی طرح آدمی کے ظاہری اور باطنی اعضاء میں سے ہر ایک عضو کو خدا نے ایک کام کے لیے پیدا کیا ہے کہ اس کے بغیر بدن میں خلل واقع ہوتا ہے۔بلکہ آدمی کا بدن اگرچہ چھوٹا ہے۔مگر تمام عالم کی مثال ہے۔اس لیے کہ جو کچھ تمام عالم میں خدا نے پیدا کیا ہے آدمی کا بدن اس سب کا نمونہ ہے۔ہڈی،

پہاڑ، پسینہ، مینھ، بال، درخت، دماغ، آسمان، اور حواس گویا تارے ہیں اس کی تفصیل دراز ہے بلکہ جہاں میں جس جس قسم کی مخلوق ہے۔ مثلاً سور، کتا، بھیڑیا، دیو، پری، فرشتہ ان سب کی مثال آدمی کے بدن میں موجود ہے۔ چنانچہ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے بلکہ جو جو پیشہ ور جہاں میں ہیں ان سب کے نمونے جسم میں ہیں۔ جو قوت کہ معدہ میں کھانا ہضم کرتی ہے گویا باورچی ہے۔ اور جو قوت خالص کھانے جگر اور پھوگ کو آنتوں میں پہنچاتی ہے وہ گویا فلٹر ہے۔ اور جو قوت کھانے کو جگر میں خون کا رنگ دیتی ہے گویا رنگریز ہے۔ اور جو قوت خون کو عورت کی چھاتیوں میں پہنچا کر سفید دودھ اور مرد کے خصیوں میں سفید منی بناتی ہے گویا دھوبی ہے۔ اور جو قوت غذا کو ہر ہر عضو میں کھینچ کر پہنچاتی ہے گویا دلدل ہے۔ اور جو قوت پانی کو جگر سے کھینچ کر گردے و مثانہ میں بہادیتی ہے گویا سقا ہے۔ اور جو قوت پھوگ کو پیٹ سے باہر گراتی ہے حلال خور ہے اور جو قوت سودا اور صفرا کو اس لیے اندر پیدا کرتی ہے تا کہ بدن تباہ اور خراب ہو وہ گویا مفسد جعلساز ہے۔ اے عزیز! اصل مطلب یہ ہے کہ تجھے یہ بات معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر کئی طرح کی قوتیں تیرے کام میں مصروف ہیں اور تو خواب خرگوش میں غافل پڑا ہے۔ لیکن ان قوتوں میں سے کوئی قوت تیرے کام سے غافل نہیں ہوتی۔ اور نہ تو ان کو جانتا ہے۔ اور جس نے انہیں تیرے کام کے لئے پیدا کیا ہے نہ اس کا احسان مانتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو ایک دن کے لئے تیری خدمت کے لئے بھیجے تو تمام عمر تو اس کا شکریہ ادا کیا کرتا ہے۔ مگر جس ذات نے تیرے اندر کئی ہزار پیشہ ور تیری خدمت کے لیے پیدا کیے جو ایک دم بھی فارغ نہیں ہوتے اسے یاد بھی نہیں کرتا۔ اور بدن کی ترکیب اور اعضاء کی منفعت جاننے کا نام علم تشریح ہے اور وہ بھی عظیم الشان علم ہے۔ لوگ اس سے غافل ہیں، اسے نہیں پڑھتے جس کسی نے پڑھا بھی تو اس لیے پڑھا کہ علم طب میں ماہر ہو جائے۔ اور علم طب خود مختصر اور بے حقیقت ہے گویا اس کی طرف حاجت ہے مگر دین کی راہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کوئی شخص خدا کی عجیب صنعتیں دیکھنے کی نیت سے اس علم کا مطالعہ کرے تو اسے خدا کی صفتوں میں سے تین صفتیں ضرور معلوم ہو جائیں گی۔ ایک یہ کہ اس قالب کا بنانے والا اور جسم کا پیدا کرنے

والا اتنا بڑا قادر ہے کہ اس کی قدرت کاملہ میں نقصان اور عاجزی کا ہرگز دخل نہیں، جو چاہے کرسکتا ہے۔ دنیا میں کوئی کام اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں کہ ایک قطرہ پانی سے ایسا جسم پیدا کرے اور جو یہ عجیب کام کرسکتا ہے اسے مرنے کے بعد پھر زندہ کرنا بہت ہی آسان ہے۔ دوسری یہ صفت کہ وہ خالق ایسا عالم ہے کہ اس کا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ یہ عجائبات ان عمدہ عمدہ حکمتوں کے ساتھ بغیر کمال علم کے غیر ممکن ہیں۔ تیسری یہ صفت کہ خالق کی عنایات اور لطف و رحمت بندوں پر بے انتہا ہے کہ بندہ کو جیسے چاہیے تھا پیدا کیا کہ جس چیز کی ضرورت تھی جگر، دل، دماغ کہ حیوان کی اصل ہے وہ بھی اسے دی۔ اور جس چیز کی ضرورت نہ تھی فقط حاجت تھی مثلاً ہاتھ، زبان، آنکھ وغیرہ بھی عطا کی۔ اور جن چیزوں کی حاجت نہ تھی نہ ضرورت تھی مگر ان سے مزید زینت تھی مثلاً بالوں کی سیاہی، لبوں کی سرخی، بھوؤں کے خم، آنکھوں اور پلکوں کی ہمواری وہ بھی مرحمت فرمائیں تاکہ انسان بہت اچھا معلوم ہو۔ اس لیے یہ چیزیں بنائیں اور یہ لطف و مہربانی فقط آدمی ہی کے ساتھ نہیں بلکہ سب مخلوقات کے ساتھ ہے۔ یہاں تک کہ بھیگا اور ماکھی اور مکھی کو بھی جو چیز چاہیے تھی اور باایں ہمہ ان کی ظاہری صورت بھی اچھے نقشوں سے آراستہ اور عمدہ رنگوں سے پیراستہ کی تو آدمی کی خلقت کا ہر حصہ غور سے دیکھنا خدا کی صفات پہچاننے کی کنجی ہے۔ اسی وجہ سے اس علم یعنی علم تشریح کی اس قدر وضاحت کی ہے تو اس لحاظ سے اس کی عظمت ہے کہ طبیب کی حاجت ہے۔ اور جیسا کہ شعر و تصنیف اور صنعت کے عجائبات کو تو جس قدر زیادہ جانتا ہے شاعر اور مصنف اور صانع کی عظمت بھی اتنی زیادہ تیرے دل میں آتی ہے۔ اسی طرح خدا کی عجیب عجیب صنعتیں اس صانع کمال کی عظمت و دریافت کرنے کی کنجی ہے۔ اور یہ علم بھی معرفت نفس کا راستہ ہے لیکن علم دل کی نسبت تنگ اور چھوٹا ہے اس لیے کہ یہ بدن کا علم ہے۔ اور یہ بدن سواری اور دل سوار کی مانند اور پیدا کرنے سے سواری مقصود نہیں، سوار مقصود ہے، سوار کے لئے سواری ہوتی ہے سواری کے لئے سوار نہیں ہوتا لیکن اتنا بھی جو بیان کیا تو اس لیے ہے کہ تو جان لے کہ باوجودیکہ کوئی چیز تیری ذات سے زیادہ تجھ سے نزدیک نہیں مگر اس کے باوجود اپنے آپ

کو اچھی طرح نہیں پہچان سکتا اور جو اپنے آپ کو نہ پہچانے اور دوسروں کے پہچاننے کا دعویٰ کرے وہ اس مفلس کی مانند ہے جو اپنے آپ کو تو کھانا نہیں دے سکتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ تمام شہر کے محتاج اس کے گھر روٹی کھاتے ہیں۔ اس کا یہ کہنا اور دعویٰ کرنا محض واہیات اور تعجب کی بات ہے۔

فصل: اے عزیز! یہ سب کچھ جو بیان ہوا اس سے آدمی کے گوہر دل کی بزرگی و فضیلت تجھے معلوم ہوئی۔ اب یہ جان کہ خدا نے تجھے یہ بہت عمدہ گوہر دیا ہے اور تجھ سے پوشیدہ کیا۔ اگر تو اسے نہ ڈھونڈے گا اور اس کو ضائع کرے گا اور اس سے غافل رہے گا تو بڑا نقصان اور خسارہ اٹھائے گا۔ کوشش کر کے دل کو ڈھونڈ اور دنیا کے مشغلہ سے نکال کر کمال بزرگی کے درجہ پر پہنچا کہ اس جہان میں بزرگی اور عزت ظاہر ہو۔ یعنی مسرت بے ملال، بقائے بے زوال، قدرت بے عجز، معرفت بے شبہ اور جمال بے کدورت دیکھے لیکن اس جہان میں دل کی بزرگی اس بات سے ہے کہ اس جہان میں عزت اور شرف حقیقی پانے کی لیاقت رکھتا ہے۔ نہیں تو آج اس سے زیادہ عاجز اور ناقص کوئی نہیں کہ گرمی، سردی، بھوک، پیاس، بیماری، دکھ، درد وغیرہ غموں میں پھنسا ہے اور جس چیز میں اسے لذت اور راحت ہے وہی اس کے لئے موجب نقصان و مضرت ہے اور جو چیز اس کو نفع پہنچانے والی ہے وہ رنج اور تلخی سے خالی نہیں۔ اور جو شخص بزرگ اور عزت دار ہوتا ہے وہ علم یا قدرت و قوت یا ارادہ و ہمت یا اچھی صورت کی بدولت صاحب وقار ہوتا ہے۔ آدمی کے علم کی طرف اگر دیکھا جائے تو اس سے زیادہ کوئی جاہل نہیں۔ کہ اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں ٹیڑھی ہو جائے تو ہلاکت اور جنون کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا سبب و علاج کیا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ اس کی دوا اس کے سامنے ہوتی ہے، وہ دیکھتا ہے اور نہیں پہچانتا کہ یہ میری دوا ہے۔ اگر آدمی کی قوت و قدرت کا خیال کیا جائے تو اس سے زیادہ کوئی عاجز نہیں کہ اگر ایک بھنگے کو خدا اس پر مسلط کر دے تو اس سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر ایک مکھی ڈنگ مار دے تو بے خواب و بے قرار ہو جاتا ہے۔

اگر آدمی کی ہمت کی طرف دیکھا جائے تو ایک دانگ چاندی کا اگر اس سے نقصان ہوتا ہے تو اداس وملول اور پریشان ہو جاتا ہے۔اگر بھوک کے وقت ایک نوالہ اسے نہ ملے تو بدحواس ہو جاتا ہے۔اس سے زیادہ کنجوس اور کون ہوگا اگر آدمی کے جمال اور صورت کا خیال کیجئے تو نجاست کے ڈھیر پر ایک چمڑا تان دیا گیا ہے۔آدمی اگر دو دن اپنا بدن نہ دھوئے تو ایسی خرابیاں ظاہر ہوں گی کہ اپنے آپ سے اکتا جائے۔بدن سے بدبو آنے لگے نہایت رسوا ہو۔آدمی سے زیادہ کوئی چیز گندی نہیں اس لیے کہ اس کے اندر ہمیشہ نجاست رہتی ہے اور وہ نجاست بردار ہے اور ہر روز دوبارہ نجاست خود دھوتا ہے یعنی آبدست لیتا ہے منقول ہے کہ ایک دن شیخ ابو سعید قدس سرہ صوفیاء کے ساتھ کہیں تشریف لیے جاتے تھے ایک مقام پر پہنچے وہاں لوگ سنڈاس صاف کرر ہے تھے۔راستہ پر نجاست پڑی تھی۔سب ساتھی وہاں ٹھٹھک کر ناک بند کر کے ایک طرف بھاگے۔شیخ ممدوح وہیں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو! سمجھو تو یہ نجاست مجھ سے کیا کہتی ہے۔لوگوں نے کہا: یا شیخ! کیا کہتی ہے؟ فرمایا: کہتی ہے کہ میں بازار میں تھی یعنی میوہ، مٹھائی جنس وغیرہ تھی، سب لوگ مجھے مول لینے کو روپیہ کی تھیلیاں مجھ پر لٹاتے تھے۔ایک شب میں تمہارے پیٹ میں رہی متعفن اور نجس ہوگئی اب مجھ کو تم سے بھاگنا چاہئے یا تم کو مجھ سے؟ حقیقت میں یہی بات ہے کہ آدمی اس عالم میں نہایت ناقص و عاجز اور بے کس ہے۔قیامت کو اس کی گرم بازاری ہوگی۔ اگر کیمیائے سعادت کا گوہر دل میں ڈالے گا، چار پایوں کے مرتبے سے نکل کر فرشتوں کے درجے پر پہنچے گا۔دنیا دار اگر خواہش دنیا کی طرف متوجہ ہوگا تو کل قیامت کو کتے اور سور اس سے بہتر ہوں گے کہ خاک ہو جائیں گے اور رنج سے نجات پائیں گے اور آدمی عذاب میں رہے گا تو آدمی نے جہاں اپنی بزرگی جانی ہے چاہیے کہ اپنا نقصان اور بے چارگی اور بے کسی بھی پہچان رکھے۔اس لیے کہ اپنے نفس کو اس طرح پہچاننا بھی معرفت الٰہی کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے۔اس قدر بیان اپنے آپ کو پہچاننے کو کفالت کرتا ہے۔اس لیے کہ اس کتاب میں اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ

(مبحث اول: تکلیف شرعی اور جزاء وسزا کے بیان میں)

(عربی: شاہ ولی اللہ، ترجمہ: مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد)

باب۵: روح کی حقیقت کے بیان میں:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا. ترجمہ: تجھ سے روح کا حال پوچھتے ہیں (یہودی) تو کہہ روح میرے پروردگار کے عالم امر کی چیز ہے اور تم کو صرف تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے اعمش نے وَمَا أُوتُوا مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا. پڑھا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہودیوں سے خطاب ہے جنھوں نے روح کا حال دریافت کیا تھا۔ اس آیت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ امۃ مرحومہ میں سے روح کا حال کوئی جانتا ہی نہیں ہے جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ شرع نے جس چیز کا کوئی حکم بیان نہ کیا ہو وہ معلوم ہی نہ ہو سکے بلکہ شرع میں اکثر اس وجہ سے سکوت کیا جاتا ہے کہ اشکال کی وجہ سے عام لوگ اس کے برتاؤ کے قابل نہیں ہوا کرتے اگرچہ بعض بعض اس کو سمجھ سکتے ہوں۔

جاننا چاہئے کہ روح کے متعلق اولاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیوان میں زندگی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ جب حیوان میں روح ڈال دی جاتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب نکال لی جاتی ہے تو وہ مر جایا کرتا ہے۔

اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن میں ایک لطیف بھاپ ہے جو اختلاط کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حس کرنے کی، حرکت کرنے کی اس میں وہ سب قوتیں ہوتی ہیں جو تدابیر غذا کے متعلق ہیں۔ طب کے احکام کو اس بھاپ سے بڑا تعلق ہے۔ تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بھاپ کے رقیق ہونے کا اور غلیظ ہونے کا صاف اور مکدر ہونے کا بدنی قوتوں پر

ان افعال پر جوان قوتوں سے پیدا ہوتے ہیں بڑا اثر ہوتا ہے۔اگر اس عضو پر یا اس بھاپ کے پیدا ہونے پر جس کو عضو سے تعلق ہے کوئی آفت پہنچتی ہے تو وہ بھاپ بگڑ جاتی ہے، اس کے کام مختل اور پریشان ہو جاتے ہیں۔اس بھاپ کی موجودگی سے زندگی باقی رہتی ہے اور اس کے تحلیل ہو جانے سے موت ہو جاتی ہے۔بادی النظر میں روح اسی کا نام ہے لیکن غور رس نظر میں یہ روح کا ادنیٰ طبقہ ہے۔بدن میں اس کی ایسی مثال ہے جیسی گلاب میں پانی اور کوئلہ میں آگ۔

پھر جب زیادہ غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح روح حقیقی کا مرکب ہے اور روح حقیقی کے بدن سے متعلق ہونے کا مادہ ہے اس لئے کہ ہم بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہوتا ہے بڑھا ہو جاتا ہے اس کے بدنی اختلاط میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو روح ان اختلاط سے پیدا ہوتی ہے وہ ہزار درجہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔کسی حالت میں وہ لڑکا صغیر سن ہوتا ہے پھر وہ بڑا ہو جاتا ہے، کبھی اس کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے، کبھی گورا ہوتا ہے، کبھی وہ جاہل ہوتا ہے پھر وہ عالم ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ ان کے اکثر اوقات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اس کے وجود میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ وہی رہتا ہے جو پہلے تھا۔

اور اگر ان اوصاف کے تبدل اور عدم تبدل میں مناقشہ کیا جاوے تو ہم ان تغیرات کو فرضی طور پر تسلیم کرتے ہیں تو اس وقت میں بھی لڑکا وہی رہے گا جو پہلے تھا یا ہم یہ کہیں گے کہ ہم ان اوصاف کو اپنے حال پر باقی رہنے کا یقین نہیں کرتے اور لڑکے کا بعینہ باقی رہنے کا یقین کرتے ہیں، اس لئے لڑکے کی ذات ان اوصاف کے خلاف ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ وہ چیز جس کی وجہ سے وہ لڑکا بعینہ وہی لڑکا باقی رہا یہ روح بخاری نہیں ہو سکتی اور نہ بدن اور وہ چیزیں ہو سکتی ہیں جو کہ اس کے متشخص ہونے کے باعث ہیں اور ظاہر نظر میں دیکھی جاتی ہیں بلکہ حقیقی روح ایک جداگانہ چیز ہے وہ ایک نورانی نقطہ ہے ان تمام تغیرات سے جن میں سے بعض جوہر ہیں بعض عرض اس کا ڈھنگ نرالا ہے وہ بچہ ہونے کی حالت میں بھی ویسی ہے جیسی بڑے ہونے کی حالت میں جیسے کہ وہ سیاہ رنگی کی حالت میں ہے ایسے ہی سپیدی کی حالت میں ہے۔ایسے ہی وہ تمام اضداد کی حالت میں یکساں ہے اس کو ابتداء روح ہوائی سے تعلق اور ثانیاً بدن سے۔اس لئے کہ بدن روح ہوائی سے مرکب ہے وہ عالم قدس کا ایک روزن ہے

جب روح ہوائی میں قابلیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو اس روح سماوی کا اس پر نزول ہوتا ہے۔

جن امور میں کہ تغیر پیدا ہوتا ہے وہ زمین کی مختلف استعدادوں کی وجہ سے ہے جیسے کہ دھوپ کپڑے کو سپید کر دیتی ہے اور دھوبی کو سیاہ اور ہم کو وجدان صحیح سے معلوم ہو گیا ہے کہ موت روح حیوانی کا بدن سے جدا ہونے کا نام نہیں ہے۔ جب مضعف امراض سے روح ہوائی تحلیل ہو جاتی ہے تو یہ حکمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ روح ہوائی اس قدر باقی رہ جائے کہ روح الٰہی کا اس سے تعلق رہ سکے جیسا کہ تم شیشہ سے ہوا کو چوس لیتے ہو تو حتی الامکان اس میں تخلخل پیدا ہو جاتا ہے پھر تم اس کے بعد ہوا کو نکال نہیں سکتے یہاں تک کہ اخیر میں شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ صرف اس راز کی وجہ سے ہے جو خدا نے ہوا کی طبعیت اور سرشت میں رکھا ہے۔ ایسے ہی روح ہوائی ایک راز اور اندازہ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔

مرنے کے بعد روح ہوائی کو از سر نو زندگی ہوتی ہے اور روح الٰہی کے فیضان سے ان امور میں جو حس مشترک کے ذریعہ سے اس میں باقی رہ گئے تھے ایک طاقت جدید پیدا ہوتی ہے اور عالم مثال "یعنی اس قوت کے ذریعہ سے جو کہ مجرد اور محسوس کے مابین ہے اور افلاک میں پھیلی ہوئی ہے" کی امداد سے وہ روح ہوائی ایک نورانی یا تاریک لباس پہن لیتی ہے اور اس طرح پر عالم برزخ کے عجائبات نمودار ہو جاتے ہیں پھر جب صورتوں میں روح ڈالی جائے گی ویسا ہی فیضان پھر ہوگا جیسا کہ ابتداء عالم میں ہوا تھا اور روحیں بدنوں میں ڈالی گئی تھیں اور عالم موالید کی بنیاد قائم کی گئی تھی تو اس وقت روح الٰہی کے فیضان سے روح ایک جسمانی لباس یا ایسا لباس جو عالم مثال اور جسم کے بین بین ہوگا پھر پہن لے گی اور جو کچھ **صادق مصدوق علیه افضل الصلوات و ایمن التحیات** نے خبریں بیان کی ہیں سب کا حصول ہوگا اور چونکہ روح ہوائی ایک متوسط شے روح ہوائی اور بدن آدمی کے بیچ میں ہے اس واسطے ضرور ہے کہ اسکا رخ اس طرف بھی ہو اور اس طرف بھی اور جو اس کا رخ عالم قدس کی جانب اٹل ہے اس کا نام ملکی حالت ہے اور جو زمین کی جانب ہے اس کا نام بہیمیت ہے۔ مناسب ہے کہ روح کی حقیقت کے متعلق انہیں مقدمات پر اکتفا کیا جاوے تاکہ اس علم میں اس کی تسلیم کے بعد تفریحات کی جائیں اور اس علم سے ایک زیادہ بلند مرتبہ علم میں اس کے چہرہ سے پردہ اٹھایا جاوے۔ **واللہ اعلم**۔

باب ۶: سر التکلیف:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ لِیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳: آیت ۷۲-۷۳)

ترجمہ: ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ انہوں نے اسکی برداشت کرنے سے انکار کیا اور اس سے خوف زدہ ہو گئے اور آدمی نے اس امانت کو برداشت کرلیا بیشک آدمی بڑا ظالم اور نادان ہے تا کہ خدا منافقوں اور منافق عورتوں کو اور مشرکوں اور مشرکہ عورتوں کو عذاب دے اور مسلمانوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول کرے، خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

غزالی اور بیضاوی نے تنبیہ کی ہے کہ امانت سے مراد مکلّف ہونے کی ذمہ داری ہے اس طرح پر کہ اطاعت اور نافرمانی احکام سے ثواب یا عذاب کا استحقاق ہو سکے اور آسمانوں اور زمین پر ان کے پیش کرنے کے یہ معنے ہیں کہ ان کی استعدادوں کا اندازہ کیا گیا کہ ایسے کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کا مادہ ان میں ہے یا نہیں ہے اور ان کے انکار کرنے سے یہ غرض ہے کہ اس کی طبعیت میں اس کام کی لیاقت اور استعداد نہ تھی۔ اور یہ جو فرمایا کہ آدمی نے اس امانت کو برداشت کرلیا اس سے مراد ہے کہ اس میں ان امور کی انجام کی ذاتی صلاحیت تھی۔ میں کہتا ہوں اس معنی کے لحاظ سے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا گویا حکم سابق کی علت ہے اس لئے کہ ظالم اسی کو کہتے ہیں کہ جس میں انصاف وعدل کرنے کی قابلیت ہو لیکن پھر بھی انصاف نہ کرے اور جہول اس کو کہتے ہیں کہ باوجود قابلیت کے ناواقف ہو اور علاوہ آدمی کے بعض چیزیں عالم اور عادل ہیں کہ ظلم اور جہل کا ان تک گذر نہیں ہے جیسے کہ فرشتے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ نہ وہ عالم اور عادل ہیں اور نہ ان میں علم اور عدل کا مادہ ہے جیسے چہارپائے۔

مکلّف ہونے کے قابل وہی چیز ہو سکتی ہے جس کا کمال بالقوۃ ہو نہ بالفعل۔

اور لِیُعَذِّبَ میں لام یعنی عاقبت ہے یعنی اسی امانت کے متحمل ہونے کا انجام عذاب کرنا اور آرام دینا ہے اور حقیقۃ الامر کا پورا انکشاف فرشتوں کی حالت اور ان کے تجرد کے خیال

کرنے سے ہوتا ہے ان کی حالت میں نہ وہ کیفیت مزاحمت کرتی ہے جو قوتِ بہیمیہ کی تفریط سے پیدا ہوتی ہے جیسے گرسنگی، پیاس، خوف، رنج، اور نہ وہ جو اس قوت کے افراط سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے مجامعت کی حرص، غصہ، تکبر، نہ ان کو تغذیہ، تمیہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے ہمیشہ وہ اس انتظار میں محو رہتے ہیں کہ عالم بالا سے ان پر کیا وارد ہوتا ہے، جب ہی کہ ان پر عالم بالا سے کوئی حکم مترشح ہوتا ہے خواہ وہ کسی انتظام مطلوب کا قائم کرنا ہو یا کسی چیز سے خوشنودی یا کسی سے ناگواری تو ان کے قویٰ اس سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ہمہ تن وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں جو اس کا مقتضا ہوتا ہے، اس کے لئے وہ آمادہ ہو جاتے ہیں، وہ ان امور کے اہتمام میں اپنے نفسانی ارادوں سے بے خود ہوتے ہیں اور عالم بالا کی مراد پر ثابت رہتے ہیں۔

اس کے بعد بہائم کی حالت کو خیال کرو کہ وہ رزیل ہیئتوں سے ملوث رہتے ہیں، اپنی طبعی خواہشوں پر شیفتہ ہوتے ہیں، انہیں میں محو رہتے ہیں جب ان میں کوئی آمادگی ہو وہ ایسی ہی کوئی بہیمی آمادگی ہوگی جس کا مآل کوئی بدنی نفع ہوگا یا طبیعت کے موافق کسی چیز کا دفع کرنا۔

ان دونوں کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی روشن حکمت کی وجہ سے آدمی میں دو قوتیں عطا کی ہیں۔ ایک ملکی روح طبعی پر جو تمام بدن میں منتشر ہے جب روح انسانی کا فیضان ہوتا ہے تو یہ قوت پیدا ہوتی ہے۔ روح طبعی اس فیضان کو قبول کر کے مغلوب ہو جاتی ہے۔ دوسری قوت بہیمی ہے جو کہ نفس حیوانی میں پیدا ہوتی ہے جو تمام حیوانوں میں یکساں پائی جاتی ہے۔ جو قوتیں روح طبعی میں قائم ہیں وہ اس حیوان میں منقش ہوتی ہیں، روح طبعی خود مستقل طاقت رکھتی ہے اور روح انسانی اس کے احکام کو قبول کر لیتی ہے۔

اس کے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ان دونوں قوتوں میں باہم مزاحمت ہے اور ہر ایک کی کشش مختلف ہوتی ہے۔ ملکی طاقت بلندی کی طرف کشش کرتی ہے اور بہیمی پستی کی جانب۔ جب بہیمی کا ظہور ہوتا ہے اور اس کے اثر پر زور ہو جاتے ہیں تو ملکی کے جذبات مخفی ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی اس کے خلاف میں ہوتا ہے اور پروردگار جل شانہ کو انتظام عالم کے ساتھ توجہ خاص ہے ہر چیز کی استعداد ذاتی اور کسبی جس قسم کی درخواست کرتی ہے اسی کا خداوند کریم افاضہ فرماتا ہے۔ جب کوئی بہیمی جذبات کو کسب کرتا ہے تو ویسے ہی اس کو مدد پہنچتی ہے اور جو امور اس کے مناسب

ہوتے ہیں وہی اس کے لئے آسان ہوجاتے ہیں اور اگر ملکی جذبات کو کسب کرتا ہے تب بھی اسی قسم کی امداد اس کو پہنچتی ہے اور اسی کے موافق امور اس کے لئے آسان ہوجاتے ہیں جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے: فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى. وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى. فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى. وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى. وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى. فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى. (سورۃ اللیل ۹۲: آیات ۵۔۱۰) جو کوئی کچھ دے گا اور پرہیز گار رہے گا اور نیکی کی تصدیق کرے گا تو ہم سہولت کو اس کے لئے آسان کردینگے اور جو کوئی بخیلی کرے گا اور بے پرواہ ہوجائے گا اور نیک کی تکذیب کرے گا ہم دشواری کو اس کے لئے آسان کردینگے۔

اور فرمایا: كُلًّا نُمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا. (سورۃ الاسراء ۱۷: آیت ۲۰) اور سب کو ہم مدد دیتے ہیں۔ اور تیرے رب کی بخشش رد کی نہیں گئی ہے۔ ہر ایک قوت کے لئے جدا جدا تکلیف اور لذیذ ہے۔ لذت اپنی مناسب کیفیت کا ادراک کرنا ہے اور تکلیف اپنی حالت کے نا موافق کیفیت کا ادراک کرنا ہے۔ آدمی کی حالت کو اس شخص کی حالت سے عجب مشابہت ہے جس نے کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو وہ اس وقت میں آگ کی سوزش کا کچھ اثر اپنے اندر نہیں پاتا یہاں تک کہ خدر کا اثر کم ہوجاتا ہے اور مقتضائے طبعیت کی طرف وہ رجوع کرتا ہے تب کسی شدت کی تکلیف اسے معلوم ہوتی ہے یا اس کو گلاب کی حالت کے مشابہ سمجھتا ہے۔ اطباء نے بیان کیا کہ گلاب میں تین قوتیں ہیں: (۱) قوت زمینی جو رگڑنے یا لیپ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ (۲) مائی قوت جو کہ نچوڑنے یا پینے کے وقت ظاہر ہوتی ہے (۳) ہوائی قوت جو کہ سونگھنے کی حالت میں ظاہر ہوتی ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کو مکلّف کرنا اس کی نوع کا مقتضا ہے۔ یقیناً آدمی اپنی زبان استعداد سے اپنے پروردگار سے خواستگار رہتا ہے کہ ان امور کو جو ملکیت کے مناسب ہوں اس پر واجب کردے اور ان پر اس کو ثابت قدم رکھے، اور بہیمی امور میں منہمک ہونے کو اس پر حرام کردے اور اس پر اس کے ارتکاب سے دارو گیر کرے۔ واللہ اعلم۔

سائنس اور قریب الموت تجربات

(موت کے بعد شعور کس طرح زندہ رہتا ہے؟: دیباچہ از نیل گراس مین)

مصنف: کرس کارٹر

ترجمہ: سید رحمت اللہ شاہ

(سائنسی طریقہ کار مشاہدہ، مفروضہ، تجربا اور نتیجہ کے مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ طریقہ کار مادی دنیا تک محیط ہے۔ تاہم زیر نظر تحریر میں غیر مسلم ماہر مضمون فلسفہ نے غیر مادی معاملات کی سائنسی طرز پر تحقیق و تعبیر کی ہے۔ ایسی تحریر کا ہمارے عقائد و نظریات بالخصوص نظریہ تخلیق سے متصادم ہونا فطری بات ہے تاہم یہ تحریر موضوع کی مناسبت سے ایک عام قاری کے لئے دلچسپ ہو سکتی ہے۔ مترجم)

سائنس کی تاریخ میں خیالات، تصورات اور نظریات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو کبھی صحیح سمجھے جاتے تھے لیکن اب یہ غلط تسلیم کیے جاتے ہیں۔ کبھی یہ بات پوری طرح معقول سمجھی جاتی تھی کہ زمین کائنات کا مرکز ہے، یہ سیدھی ہے، اس کی عمر آٹھ ہزار سال سے کم ہے؛ بازار ضابطوں سے آزاد کر کے چلانا معیشت چلانے کا بہترین طریقہ ہے؛ عورتیں فطری طور پر مردوں سے کم تر ہیں؛ مادی دنیا آزادانہ وجود رکھنے والے ذرات سے بنی ہے؛ دنیا جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ ہمارے مشاہدے سے ماوراء ہے؛ وغیرہ۔ یہ تمام عقائد سائنس کے ذریعے غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ تاہم جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ پرانے نظریات کے غلط ثابت ہونے کے بعد جب تک 'مرکزی دھارے' میں سائنس نئے خیالات کو تسلیم کرتی ہے، اس میں ایک نسل کا وقت درکار ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کہاوت مشہور ہوئی ہے کہ سائنس "ہر تدفین کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔"

مادیات (Materialism) کا نظریہ یعنی یہ یقین کہ شعور دماغ کی طبعی ساخت سے

پیدا ہوتا ہے یا وہی چیز ہے، ان نظریات میں سے ہے جنہیں سائنس نے پہلے ہی غلط ثابت کر دیا ہے۔تاہم، اگر چہ سائنس نے پہلے ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ شعور دماغ کے بغیر بھی موجود ہو سکتا ہے اور مادیات کا نظریہ اس لئے حقیقت میں غلط ہے ، ان حقیقتوں کو علم ، تدریس و تحقیق کے حلقہ جات (Academia) میں تسلیم کیے جانے میں ایک نسل کا وقت لگے گا۔پرانے تسلیم شدہ نظریات رات کی تاریکی میں آسانی سے نہیں جاتے: وہ شور مچاتے اور لڑتے ہیں۔اور آج مادیات کے حامی واقعی بڑا شور مچاتے اور لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔یہ شاید اس وجہ سے ہے کہ ان کے نظریے کی حمایت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

مادیات کے خلاف سائنسی شواہد اور اس کے نتیجے میں یہ قیاس کہ شعور مادے سے آزاد ہے، سو سال سے زیادہ عرصے سے مسلسل جمع ہو رہے ہیں۔یہاں تک کہ عظیم فلسفی اور ماہر نفسیات ولیم جیمز (William James) کے دور میں بھی یہ شواہد اتنے مضبوط تھے کہ وہ سائنسدانوں اور فلسفیوں کی اکثریت کو قائل کرنے کے لئے کافی تھے جو ان پر غور و خوض کرتے تھے کہ اس میں کچھ حقیقت ہے۔ آج یہ اجتماعی شواہد قطعی ہیں: میں کسی بھی ایسے ذمہ دار محقق کو نہیں جانتا جس نے اس کے برعکس نتیجہ اخذ کیا ہو۔مثال کے طور پر 'قریب الموت تجربات' کے محتاط اور سائنسی طور پر ٹھوس تجزیے کے بعد ایڈورڈ کیلی (Edward Kelly)، بروس گریسن (Bruce Greyson) اور ایملی کیلی (Emily Kelly) اس نتیجے پر پہنچے ہیں:

> قریب الموت تجربات کا مرکزی چیلنج یہ پوچھنے میں ہے کہ شعور کی یہ پیچیدہ حالتیں بشمول جاندار ذہن، حسی ادراک، اور یادداشت ان حالات میں کس طرح واقع ہو سکتی ہیں جن میں دماغ کے ذریعے ذہن کی پیداوار کے موجودہ نیوروفزیولوجیکل ماڈل ایسی حالتوں کو ناممکن مانتے ہیں۔نیوروسائنسی روایات اور عام نشہ (Anesthesia) یا دل کے دورے کی صورت میں قریب الموت تجربات کے درمیان یہ فرق بہت گہرا، اہم اور ناقابل اجتناب ہے۔ہماری رائے میں دماغ اور دماغی مسئلے پر کوئی بھی سائنسی یا فلسفیانہ بحث مکمل طور پر ذمہ دار نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان چیلنج کرنے والے ڈیٹا کو مدنظر نہ رکھا جائے۔

یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مادیات پرست ان تجرباتی شواہد سے مکمل طور پر صرف نظر کرتا ہے جنہوں نے اس کے محبوب عقائد کو مسترد کر دیا ہے اور چونکہ وہ ان جھوٹ پر اعتقاد رکھتا ہے۔ مادی نظریہ کے حامل(Materialist) کی حالت منطقی طور پر تخلیق کے نظریہ کے حامل (Creationist) جیسی ہے۔ مادی نظریہ کے حامل اور تخلیق کے نظریہ کے حامل ان دونوں کو وہ سائنسی نتائج نظر انداز کرنے، جھٹلانے اور ان کا مذاق بنانے کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کے عقائد کو مسترد کرتے ہیں۔ یہاں موازنہ مفید ہے۔ زمین کی عمر دس ہزار سال سے کم ہونے کے عقیدہ کو سائنس نے فیصلہ کن طور پر غلط ثابت کر دیا ہے۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ چالیس فیصد سے زائد امریکی اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں، حقیقت کا ان کے عقیدہ پر کوئی اثر نہیں۔ اسی طرح سے اس عقیدہ کو سائنس نے فیصلہ کن طور پر غلط ثابت کیا ہے کہ شعور دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ زیادہ تر سائنسدان اور علم، تحقیق و تدریس سے وابستہ لوگ اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور حقیقت کا ان کے عقیدہ پر کوئی اثر نہیں۔ مادیات کے مفروضے پر جو چیز اثر انداز ہوتی ہے وہ تجرباتی ڈیٹا ہے جو سو سال سے زیادہ عرصے سے جمع ہو رہا ہے، اور جس نے ہر ذمہ دار محقق کو ایک ہی نتیجے پر پہنچایا ہے جیسا کہ اوپر کے اقتباس میں سائنسدانوں نے بیان کیا ہے۔ جیسے تخلیق کے نظریہ کے حامل تجرباتی حقیقت کو دریافت کرنے کی بجائے اپنے مذہبی نظریے کو بچانے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، اسی طرح مادی نظریہ کے حامل بھی اپنے نظریے کو بچانے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور خوشی خوشی اس عظیم تجرباتی ڈیٹا کو نظر انداز کرتے ہیں جو ان کے نظریے کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا کہ شواہد پہلے ہی موجود ہیں، اب انہیں جانچنے یا نظر انداز کرنے کا فیصلہ علم، تحقیق و تدریس کے شعبہ سے وابستہ لوگوں پر ہے۔ یہ ڈیٹا فزکس دان اور فلسفی سی۔ ڈی۔ براڈ (1887-1971) کے دور میں بھی کافی تھا، اب تو یہ ڈیٹا غیر معمولی طور پر بڑھ چکا ہے۔

میں نے امریکہ کی ایک ریاستی یونیورسٹی میں چالیس سال تک فلسفہ پڑھانے کے بعد حال ہی میں ریٹائرمنٹ لی ہے۔ گزشتہ تیس سال کے دوران میں قریب الموت تجربات سمیت دیگر تحقیقی شعبوں پر ہونے والی ایسی سائنسی تحقیق پر محتاط انداز میں نظر رکھے ہوئے ہوں جو مادیات کے نظریے

کے لئے مہلک ثابت ہو چکے ہیں (جن میں میڈیم شپ کے مطالعے، تناسخ کے مطالعے، اور بعد از موت کی مواصلات شامل ہیں)۔ ان تیس سالوں میں میرے کسی بھی ساتھی نے میرے دفتر آ کر مجھ سے یہ سوال نہیں کیا کہ میں ان چیزوں میں کیوں دلچسپی رکھتا ہوں جنہیں میرے پیشہ ور لوگ 'عجیب'، 'پاگل'، اور 'صحیح راستے سے ہٹا' خیال کرتے تھے۔ اس کے برعکس میری پیرا سائیکالوجی اور بقائے حیات کی تحقیق میں دلچسپی کو 'سنڈ' کے طور پر لیا گیا جسے میں گم کر چکا تھا اور میری آراء کو نظر انداز کر دیا گیا۔

اس وقت میں نے مادیات کی حدود سے باہر سوچنے کی پاداش میں پیشہ ورانہ بے دخلی کو قبول کیا۔ مجھ سے کہیں بڑے مفکرین کو اگر اس سے بدتر نہیں تو ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لیکن اب جب میں پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے ساتھیوں کی میرے کام میں مکمل طور پر عدم دلچسپی درحقیقت ایک عظیم ترین تجسس کی ناکامی کا ثبوت ہے، کم از کم یہ علمی طور پر غیر ذمہ دارانہ بات ہے۔ بلاشبہ کوئی فلسفیانہ سوال اس سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتا کہ شعور جسم سے آزاد ہے اور آیا کہ وہ شعور جو ہماری ذات کی تشکیل کرتا ہے وہ ہمارے جسم کی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ چونکہ ایک بڑی مقدار میں تجرباتی اعداد و شمار موجود ہیں جو اس سوال سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، اور جنہوں نے ہر اس شخص کو قائل کر دیا ہے جس نے ان پر غور و خوض کیا۔ مادیات اس کی وضاحت نہیں کر سکتی۔ میں خود کو کیلی، گریسن اور گروسو کے نقطہ نظر سے متفق پاتا ہوں کہ اگر کوئی فلسفی یا ماہر نفسیات ان ڈیٹا سے صرف نظر کرے تو اس کا یہ طرز عمل علمی طور پر غیر ذمہ دارانہ ہوگا۔

اسی دوران میں نے ان ڈیٹا کو اپنی تدریس میں شامل کرنا شروع کیا اور پچھلے پندرہ سالوں سے ایسے کورسز پڑھائے جو بنیادی طور پر انہی ڈیٹا پر مرکوز تھے۔ میرے طلباء کے ان ڈیٹا کے حوالے سے زبردست مثبت ردعمل نے میرے اس مواد کی تدریس میں تمام شکوک و شبہات دور کر دیئے اور مجھے اپنے شعبہ تدریس میں اپنے ساتھیوں کی کچھ بھی منفی رائے کے باوجود عزت سے رہنے کا موقع دیا۔ یہ صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ میرے طلبہ نے اس مواد کو دلچسپ اور فلسفیانہ طور پر متعلق پایا، بلکہ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ یہ مواد زندگیوں کو بدلنے اور انہیں بہتر بنانے کی طاقت رکھتا ہے۔ طلباء یا کم از کم وہ جو فلسفہ کے کورس میں اپنا راستہ دیکھتے ہیں وہ کوئی ایسی چیز تلاش کر رہے ہیں جو ان کی زندگیوں کو معنی اور

مقصد دے۔قریب الموت تجربات کے بارے میں تفصیل سے پڑھنا طلباء کو اور مجھے ایک مقصد اور معنی کا احساس دیتا ہے۔یہ انہیں ایک ایسا راستہ فراہم کرتا ہے جو ان کی زندگیوں کے طرز عمل میں بڑی مدد فراہم کرتا ہے،ان کی زندگیوں کو ایسی سمت اور معنی فراہم کرتا ہے جو انہیں پہلے میسر نہ تھا۔

پس میری ان تجربات کے ذریعے تدریس نے مجھے بہت سی امید اور تھوڑی سی افسردگی دی۔افسردگی اس حقیقت کے گرد گھومتی ہے کہ میرے ساتھی کبھی بھی اس ڈیٹا کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوں گے اور اس طرح وہ ایسے ذاتی فوائد حاصل نہیں کر سکیں گے جو غیر مادی نقطہ نظر کو اپنانے سے ملتے ہیں۔ یہ 'ہر تدفین کے ساتھ آگے بڑھنے' کی کہاوت کو واضح کرتے ہیں۔میری امید اس حقیقت پر قائم ہے کہ مستقبل طلباء کا ہے۔میرے کئی طلباء کل کے ڈاکٹر، ماہرین نفسیات، اور نیورو سائنسدان ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس ڈیٹا کو پہلے سے دیکھا ہوا ہے اس لئے وہ مادیاتی ڈگری پروگراموں میں بری طرح سے دماغی دھوکہ دہی کا شکار ہو کر یہ نہیں مانیں گے کہ ایسی چیزیں ناممکن اور مضحکہ خیز ہیں۔وہ اپنے پیشوں میں کھلے ذہن اور زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کھلے دل کے ساتھ جائیں گے۔

میری حسرت ہے کہ یہ کتاب اس وقت موجود ہوتی جب میں پڑھا رہا تھا کیونکہ میں یقیناً اسے استعمال کرتا۔مصنف نے تفصیل سے تقریباً تمام مختلف موضوعات کا جائزہ لیا ہے جو مادیات پرستوں نے قریب الموت تجربات کو سمجھانے یا انہیں نظر انداز کرنے کے لئے پیش کیے ہیں۔ میں یہاں اپنی رائے کے بیان میں لفظ 'تاریخی طور پر' استعمال کرتا ہوں (حالانکہ تاریخ صرف تیس سال یا ان سے کم کی ہے۔) تاکہ یہ ظاہر کروں کہ میری رائے میں کوئی ایسا مادیاتی مفروضہ باقی نہیں رہا جسے کوئی سائنسدان جو قریب الموت تجربات کے بارے میں انتہائی جانکاری رکھتا ہو، سنجیدہ سمجھے۔ مثال کے طور پر انیس سو اسی کی دہائی میں کچھ مادیات پرستوں نے تجویز کیا تھا کہ قریب الموت تجربات دماغ میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کے جمع ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔میں یہ مانتا ہوں کہ یہ بنیادی طور پر ایک غیر معقول مفروضہ نہیں تھا۔لیکن بعد میں آنے والی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا کہ بہت سے قریب الموت تجربات ایسے بھی پیش آتے ہیں جو اس وقت پیش آتے ہیں جب دماغ میں کاربن ڈائی آکسائیڈ جمع نہیں ہوتی، اور ایسے کیس بھی بکثرت ملتے ہیں جن میں دماغ میں کاربن ڈائی آکسائیڈ تو جمع ہوتی ہے

لیکن ان میں قریب الموت تجربات نہیں ہوتے۔ پس یہ بات ثابت کرتی ہے کہ قریب الموت تجربات کے لئے دماغ میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی موجودگی نہ ہی ضروری ہے، نہ ہی کافی ہے، اور نہ اس کا ایسے تجربے کے ہونے سے کوئی تعلق ہے۔ جیسا کہ کرس کارٹر اس کتاب میں تسلی بخش طریقے سے پیش کرتا ہے کہ ہر کاوش جو قریب الموت تجربات کو طبعی اصطلاحات سے سمجھانے کی تھی وہ اسی طرح کے انجام کو پہنچی ہے۔ ایسی تمام تجاویز تجرباتی شواہد سے غلط ثابت ہو چکی ہیں اور اس لیے اب ایسی باتوں پر یقین رکھنا منطقی نہیں ہے۔ میرے ایک ذہین طالب علم نے، جو نیورو سائنس کا میجر تھا، ڈیٹا کو وسیع پیمانے پر تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مادیات کے دلائل کی بدترین غربت اور بیوقوفی خود اس بات کا ثبوت ہو سکتی ہے کہ مخالف مؤقف درست ہے۔

سائنس ایک منطقی کوشش ہے۔ حقیقت میں سائنس وہی ہے جو منطقی کوشش کا نمونہ ہے۔ اگرچہ "منطقی" اصطلاح کی درست تعریف دینا ممکن نہیں لیکن ہر کوئی یقیناً اس بات پر متفق ہو گا کہ دنیا کے بارے میں ہمارے عقائد کو تجرباتی ڈیٹا پر مبنی ہونا چاہئے۔ یہ منطقی ہے کہ ہم اپنے مفروضات کو اس بات کے سامنے لائیں جو انہیں غلط ثابت کرے لیکن یہ غیر منطقی ہے کہ ان عقائد پر اصرار کیا جائے جو ثابت ہو چکے ہیں کہ غلط ہیں۔ اور یہ غیر منطقی ہے کہ ڈیٹا کا جائزہ لینے سے اس لئے انکار کیا جائے کیونکہ وہ کسی کی اخذ کی گئی رائے کے مطابق عقائد کے لئے دھچکا ثابت ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ سائنس ایک منطقی کوشش ہے، مگر ہم انسان منطقی مخلوق نہیں ہیں، نہ اپنی ذاتی زندگیوں میں اور نہ جب ہم سائنس کے اطلاق کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کسی کو تجرباتی ڈیٹا کا سامنا ہوتا ہے جو اس کے عمیق عقائد کو چیلنج کرتا ہے جیسے حاملین نظریہ تخلیق کے لئے زمینی حقائق یا مادیات پرستوں کے لئے قریب الموت تجربات تو اس وقت ایسے مختلف انداز میں منطقی چالاکیاں ہوتی ہیں جنہیں عموماً ان عقائد کا دفاع کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جنہیں وہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اگر حقائق آپ کے حق میں نہیں ہیں تو آپ ہمیشہ "الفاظ" اور پیچیدہ منطق کے ذریعے حالت کو تبدیل کر سکتے ہیں تا کہ آپ اتنے بے وقوف نہ لگیں جتنا آپ حقیقت میں ہیں۔ ان چالاکیوں اور خوبصورت الفاظ کے کھیلوں کو مختلف لکھاریوں، ولیم جیمز کے وقت سے لے کر اب تک، جن میں میں خود اور

کریس کارٹر شامل ہیں، نے کئی سالوں کے دوران بے نقاب کیا ہے۔لیکن یہاں مسائل صرف منطق تک محدود نہیں ہیں۔منطق اس عمل سے متعلق ہے جس کے ذریعے فرضیات سے نتیجے تک، ڈیٹا سے مفروضے تک استدلال کیا جاتا ہے۔لیکن اگر کوئی تجرباتی حقائق سے واقف رہنے کے باوجود انہیں جان بوجھ کر نظر انداز کرتا ہے تو اس پر کوئی بھی ایماندار منطقی بحث نہیں ہو سکتی۔بالکل اسی طرح جیسے نظریہ تخلیق کے حامل اپنے پسندیدہ عقائد کو مسترد کرنے والی جیالوجی، پالیونٹولوجی، اور حیاتیات کی معلومات سے بچنا چاہتے ہیں، ویسے ہی آج کے مادیات پرست سائنسدان اپنے پسندیدہ عقائد کو جھوٹا ثابت کرنے والی پیرا سائیکالوجی اور بقائے حیات کی تحقیق کے ڈیٹا کو مسلسل نظر انداز کرتے ہیں۔لہذا یہ مادیات پسندوں کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ اپنے عقائد کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو وہ ڈیٹا سے بچنے کی کوشش کریں جو ان کے نظریہ کے خلاف ہے، جیسے میرے ساتھی تیس سال تک کامیابی سے کرتے رہے۔ جب بھی مادیات پسندوں کے سامنے کوئی غیر آرام دہ معلومات آئیں تو یقیناً وہ ہمیشہ منطقی چالاکیاں اور لغوی ہنر استعمال کر سکتے ہیں۔ایسی معلومات سے بچنا ان کے لیے مادیات پسند نظریے کو قائم رکھنے کا سب سے بہترین طریقہ ہے۔یقینی طور پر یہ غیر منطقی اور بہت ہی غیر سائنسی رویہ ہے۔سائنس کی منطقی حیثیت کے بارے میں جیسا کہ کارل پاپر نے کہا تھا، تب تک قائم رہ سکتی ہے جب تک سائنس اپنے اصولوں پر قائم رہتی ہے کیونکہ تجرباتی ڈیٹا سے گریز کرتے ہوئے ہم سچائی تک نہیں پہنچ سکتے۔ مادیات پرست اگر واقعی منطقی ہوتے تو ان کا فرض بنتا تھا کہ وہ ایسے شواہد تلاش کریں اور ان کا مطالعہ کریں جو ان کے مفروضے کو چیلنج کرتے ہیں جیسے کہ قریب الموت تجربات، میڈیم شپ ریسرچ وغیرہ۔ انسانی ذہن کی نوعیت فلسفیوں، ماہرین نفسیات، اور نفسیاتی امراض کے معالج حضرات کے لئے سب سے اہم سوال ہے۔ایک عام خیال یہی ہوتا ہے کہ معقولیت اور فکری ذمہ داری کے معیارات انہیں پیرا نارمل اور بقاء سے متعلق تحقیقات کے نتائج سے مکمل طور پر باخبر رہنے کا تقاضا کریں گے لیکن تدریس سے وابستہ لوگ پہلے انسان ہوتے ہیں اور منطقی مفکر بعد میں۔تیس سال پہلے مجھے یقین نہیں تھا کہ ایک تعلیم یافتہ شخص مادیات سے اس طرح سختی سے وابستہ ہو سکتا ہے جیسے تخلیقیت پرست اپنے مضحکہ خیز عقائد سے وابستہ ہیں، لیکن اب میں یہ یقین رکھتا ہوں۔

اب تک میں مادیات کے نظریے کو دیگر ایسے نظریات کے برابر سمجھتا تھا جو سائنس کی تاریخ میں وقت کے ساتھ ختم ہو گئے، لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ موجودہ صورتحال کچھ خاص اور مختلف ہے۔اس تمام تحقیق میں ایک پیغام چھپا ہوا ہے، اور وہ پیغام شعبہ تدریس سے وابستہ کامیاب حضرات سننا نہیں چاہتے۔وہ پیغام ''عالمگیر محبت'' کا ہے۔قریب الموت تجربات سے گزرنے والا ہر فرد اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ زندگی کا مقصد محبت لینے اور دینے کی ہماری صلاحیت میں اضافہ کرنا ہے۔قریب الموت تجربات کے محققین اور میڈیم شپ کے محققین خود بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہیں،لیکن تدریسی زندگی محبت کے بالکل برعکس ہے۔

سائنس اور تدریسی و تحقیقی حلقہ جات دونوں ان اصولوں پر منظم ہیں جو مالی معاملات کی حامل دنیا کو چلاتے ہیں: کسی کے کیریئر کی کامیابی کا انحصار تھوڑا سا کسی کی صلاحیت پر جبکہ زیادہ تر آگے دوسرے سے مسابقت اور خودنمائی وغیرہ پر منحصر ہے۔یعنی شخصیت کی ایسی خصوصیات پر جن کا تجسس، ذہانت، یا فکری دیانت داری سے کوئی خاص تعلق نہیں۔محبت کو تو چھوڑ ہی دیں۔وہ لوگ جو اس میں سب سے زیادہ کامیاب ہوتے ہیں یعنی وہ لوگ جو تحقیقی جرائد کا کنٹرول رکھتے ہیں، وظائف کے فیصلے کرتے ہیں، اور عہدے دینے کا فیصلہ کرتے ہیں، ان کے پاس ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو ''عالمگیر محبت'' کے پیغام کے خلاف ہیں۔وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور اسی پر یقین رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ زندگی کا مقصد ''جیتنا'' ہے، اپنے شعبے میں کامیاب اور با اثر ہونا ہے۔

تدریس و تحقیق سے وابستہ بہت سے لوگ یہ جان کر پریشان ہو جائیں گے جو تمام قریب الموت تجربات رکھنے والوں نے سیکھا ہے۔کامیاب زندگی کا معیار شہرت، عزت، دولت، یا اشاعتوں کی تعداد نہیں ہے، یہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں، ہم کس حد تک ''سنہرے کردار'' کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، اور ہماری دوسروں کے لئے ہمدردی محسوس کرنے کی صلاحیت میں کس حد تک ترقی ہوئی ہے، لیکن اگر آپ کسی بھی پیشہ ورانہ میٹنگ میں اس کا ذکر کریں تو آپ کو کانفرنس کے کمرے سے ہنس کر باہر نکال دیا جائے گا، اور سب سے زیادہ طاقتور اور معزز لوگ

سب سے زیادہ ہنس رہے ہوں گے۔اس تحقیق کی غیر معمولی شدت سے مزاحمت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس تحقیق کا پیغام یعنی عالمگیر محبت کا پیغام سائنس اور تدریس و تحقیق کے حلقوں کی طاقت کے ڈھانچوں کے لئے خطرہ ہے۔ یہ کتاب Science and the Near-Death Experience قریب الموت تجربات کی تیس سالہ تحقیق کی ایک شاندار پیشکش ہے۔مصنف تجرباتی ڈیٹا پیش کرنے اور مادیات پرستوں کی وضاحت کی کوششوں پر تفصیلی بات کرنے کا شاندار کام کرتا ہے۔کسی بھی کھلے ذہن والے شخص کے لئے جو شکوک وشبہات رکھتا ہو یا جسے قریب الموت تجربات میں تجسس ہو،اس کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔اس کے علاوہ یہ کتاب ان کے لئے بھی مفید ہے جو پہلے ہی ماننے والے ہیں۔میرے اکثر طلباء میرے پاس آتے ہیں جو قریب الموت تجربات کے قائل ہیں، وہ شاید اپنے مذہبی عقیدے کی وجہ سے یا شاید ان کے ساتھ کچھ ایسا ہو چکا ہوتا ہے، وہ انہیں مانتے ہیں،اور وہ فلسفہ اور سائنس کی اس پر تفصیلات جاننے سے گریزاں ہیں۔وہ کہتے ہیں: میں پہلے ہی مانتا ہوں تو مجھے تفصیلات میں جانے کی ضرورت کیوں ہے؟ میرا جواب ہوتا ہے کہ یہ محض کچھ عقائد بنانے کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ ہمارے عقائد کی سائنسی اور منطقی بنیادوں کو سمجھنے کا معاملہ بھی ہے۔یہ کتاب Science and the Near-Death Experience منطق کے بارے میں اتنی ہی ہے جتنی کہ یہ قریب الموت تجربات کے بارے میں ہے۔مصنف آپ کو قدم بہ قدم اس دلچسپ اور انتہائی اہم سائنسی تحقیق کے علاقے میں لے جائے گا۔

Neal Grossman) نے 1970 میں Indiana University سے تاریخ اور فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔وہ University of Illinois, Chicago میں چالیس سال تک فلسفہ پڑھاتے رہے۔گزشتہ پندرہ سال سے یہ اپنے زیر تدریس ہر کورس میں قریب الموت تجربات کو شامل رکھتے رہے ہیں۔ان کی کتاب Healing the mind: The Philosophy of Spinoza Adapted for a New Age روحانی نفسیاتی علاج کے شاندار نظام کو عام قاری کے لئے قابل فہم انداز میں پیش کرتی ہے۔)

گلستان سعدیؒ

(پہلا باب: بادشاہوں کی عادت کے بیان میں)

شیخ سعدیؒ

حکایت ۶: عجم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے رعایا کے مال پر دست درازی کر رکھی تھی اور ظلم و ستم شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ رعایا اس کے ظلم کی مکاریوں سے دوسری جگہ چلی گئی اور اس کے ظلم کی مصیبت سے مسافرت کا راستہ اختیار کر کیا جب رعایا کم ہو گئی تو حکومت کی آمدنی میں گھاٹا آیا اور خزانہ خالی ہو گیا۔ دشمنوں کو (اس ملک کے فتح کرنے کا) لالچ پیدا ہو گیا اور وہ زور پکڑ گئے۔

هر که فریاد رس روز مصیبت خواهد — گو در ایام سلامت به جوانمردی کوش

بندهٔ حلقه بگوش ار ننوازی برود — لطف کن لطف که بیگانه شود حلقه بگوش

(جو شخص مصیبت کے وقت اپنا مددگار چاہے اس کو کہو وہ کہ سلامتی کے وقت شرافت سے کام لے اگر تو تابعدار غلام پر بھی مہربانی نہ کرے گا تو وہ بھی بھاگ جائے گا۔ مہربانی کر مہربانی سے تو غیر بھی فرمانبردار ہو جائے گا۔)

ایک مرتبہ اس کی محفل میں کتاب شاہنامہ پڑھ رہے تھے۔ ضحاک بادشاہ کی حکومت کی بربادی اور فریدوں کی حکومت کا بیان تھا۔ وزیر نے بادشاہ سے پوچھا: کیا جناب کچھ سمجھے کہ فریدوں جس کے پاس نہ خزانہ تھا نہ لشکر کس طرح اس کو حکومت مل گئی۔ اُس نے کہا کہ اسی طرح جیسا کہ تم نے سنا کہ رعایا اس کی طرفداری میں جمع ہو گئی اور اسے مضبوط کر دیا۔ اُس نے بادشاہی حاصل کر لی۔ وزیر نے کہا: اے بادشاہ! جب رعایا کا اکٹھا ہو جانا بادشاہی ملنے کا سبب ہے تو تو رعایا کو کیوں بھگا رہا ہے۔ شاید تیرا بادشاہی کرنے کا خیال نہیں ہے۔

فرد

همان به که لشکر بجان پروری — که سلطان به لشکر کند سروری

(یہی بہتر ہے کہ لشکر کو تو جان لگا کر پالے کیونکہ بادشاہ لشکر ہی کے ذریعے بادشاہی کرتا ہے۔)

بادشاہ نے کہا کہ لشکر اور رعایا کے اکٹھا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ وزیر نے کہا بادشاہ کو بخشش کرنی چاہیے تاکہ لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں اور رحم کرنا چاہئے تاکہ لوگ اس کی حکومت کے زیر سایہ بے خوف ہو کر رہیں، اور تجھ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔

مثنوی

نہ کند جور پیشہ سلطانی که نیاید ز گرگ چوپانی

پادشاہے کہ طرح ظلم فگند پائے دیوار ملک خویش بہ کند

(ظلم بادشاہی کیا نہیں کرتا ہے کیونکہ بھیڑیئے سے چرواہے کا کام نہیں ہوسکتا۔ جس بادشاہ نے ظلم کی بنیاد ڈالی، اُس نے اپنی ہی حکومت کی دیوار کی جڑ کھودی ہے۔)

ناصح وزیر کی نصیحت بادشاہ کی مخالف طبیعت کے موافق نہ پڑی اور اس کی بات سے منہ چڑھالیا اور اس کو جیل خانہ بھیج دیا۔ کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ بادشاہ کے چچیرے بھائی جھگڑے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور مقابلہ کے لئے لشکر تیار کیا اور باپ کا ملک مانگا۔ جو قوم کہ اس کی دست درازی سے عاجز آچکی تھی اور ماری ماری پھر رہی تھی ان کے پاس اکٹھا ہو گئی اور مدد کی۔ چنانچہ حکومت اس کے قبضہ سے نکل گئی اور ان کے ہاتھ آگئی۔

مثنوی

بادشاہے کہ روا دارد ستم بر زیر دست دوستدارش روز سختی دشمن زور آور ست

با رعیت صلح کن وز جنگ خصم ایمن نشیں زانکہ شاہنشاہ عادل را رعیت لشکر ست

(جو بادشاہ کمزور پر ظلم کرنا جائز رکھے اس کا دوست بھی مصیبت کے وقت پہ اس کا زبردست دشمن بن جاتا ہے۔ رعایا کے ساتھ صلح کر اور دشمن کی لڑائی سے بے خوف ہو کر بیٹھا رہ، اس لئے کہ منصف بادشاہ کی تو رعایا ہی لشکر ہے۔)

فرد

غم زیر دستاں بخور زینہار بترس از زبردستیٔ روزگار

(خبردار! کمزوروں کے ساتھ غم خواری کر، زمانہ کی زبردستی سے ڈر۔)

حکایت ۷: ایک بادشاہ ایک عجمی غلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا۔ اور غلام نے کبھی دریا نہ دیکھا تھا اور نہ کشتی کی تکلیف اٹھائی تھی۔ اس نے رونا دھونا شروع کر دیا اور اس کا بدن کانپنے لگا۔ اس سے بادشاہ کا مزا کرکرا ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ نازک طبعیت اس جیسی باتوں کو برداشت نہیں کر سکتی لوگوں کی سمجھ میں کوئی تدبیر نہ آئی۔ اس کشتی میں ایک عقلمند تھا وہ بادشاہ سے بولا: اگر حکم ہو تو ایک طریقے سے اسے خاموش کر دوں۔ بادشاہ نے کہا: بڑی مہربانی ہوگی۔ اس عقلمند نے حکم دیا چنانچہ لوگوں نے غلام کو دریا میں پھینک دیا۔ غلام نے چند غوطے کھائے اس کے بعد لوگوں نے اس کے سر کے بال پکڑے اور کشتی کے آگے لائے۔ وہ غلام دونوں ہاتھوں سے کشتی کے دنبالہ میں لٹک گیا۔ جب دریا سے نکلا تو ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور اس کو سکون ہو گیا۔ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ اس نے دریافت کیا: اس میں کیا دانائی تھی؟ عقلمند نے جواب دیا: غلام نے اس سے پہلے ڈوبنے کی تکلیف نہ اٹھائی تھی اور کشتی میں بچے رہنے کی قدر سے ناواقف تھا۔ آرام کی قدر وہی کرتا ہے جو کسی مصیبت میں پھنس جائے۔

قطعہ

اے سیر ترا نانِ جویں خوش ننماند معشوق من ست آنکہ بزدیک تو زشت ست
حوراں بہشتی را سوزخ بود اعراف از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت ست

(اے پیٹ بھرے! تجھے جو کی روٹی اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے۔ جو چیز مجھے بری معلوم ہوتی ہے وہی میرے لئے بھلی ہے۔ بہشت کی حوروں کے لئے اعراف دوزخ ہے، دوزخیوں سے پوچھ کہ اعراف بہشت ہے۔)

شعر

فرق ست میانِ آنکہ یارش در بر با آنکہ دو چشمِ انتظارش بردر

(اُس شخص میں جس کا معشوق بغل میں اور اس شخص میں جس کی انتظار کی آنکھیں دروازہ کو لگی ہیں بہت فرق ہے۔)

حکایت ۸: عجم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بڑھاپے کے زمانہ میں بیمار پڑا تھا اور جینے کی امید ختم کر چکا تھا کہ ایک سوار دروازے سے اندر آیا اور اس نے خوشخبری دی کہ

فلاں قلعہ آپ کے اقبال سے ہم نے فتح کرلیا اور دشمن قید ہو گئے۔ اور اس طرف کی فوج اور رعایا سب کی سب حکم کی تابعدار ہوگئی۔ بادشاہ نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور کہا: یہ خوشخبری میرے لئے نہیں ہے بلکہ میرے دشمنوں کے لئے یعنی حکومت کے وارثوں کے لئے ہے۔

قطعہ

دریں امید بسر شد دریغ عمرِ عزیز　　که انچہ دع دلم ست از درم فراز آید

امید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانکہ　　امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید

(افسوس پیاری عمر اسی امید میں ختم ہوگئی کہ جو میرے دل میں (تمنا) ہے وہ سامنے آجائے۔
دشوار امید پوری ہوگئی لیکن کیا فائدہ ہے اس لئے کہ اس کی امید نہیں ہے کہ گذشتہ عمر لوٹ آئے۔)

قطعہ

کوس رحلت بکوفت دست اجل　　اے دو چشم و داع سر بکنید

اے کف دست و ساعد و بازو　　ہمہ تو دیع یک دگر بکنید

برمن او افتادہ دشمن کام　　آخر اے دوستاں گذر بکنید

روزگارم بہ شد بنا دانی　　من نہ کردم شما حذر بکنید

(موت کے ہاتھ نے کوچ کا نقارہ بجادیا۔ اے میری دونوں آنکھوں سر کو رخصت کرو۔ اے ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے اور بازو، سب ایک دوسرے کو رخصت کرو۔ مجھ دشمن کے منشاء کے مطابق گرے ہوئے پر آخر اے دوستو گزر کرو۔ میرا زمانہ تو نادانی میں ختم ہوگیا، میں تو (برائیوں سے) نہ بچا۔ تم بچو۔

حکایت 9: لوگوں نے ہرمز سے دریافت کیا کہ تو نے باپ کے وزیروں کی کیا خطا دیکھی جوان کو قید کردیا۔ اس نے کہا: ان کی کوئی خطا مجھے معلوم نہیں ہوئی لیکن یقینی طور پر میں سمجھ گیا کہ میرا خوف ان کے دل میں بے انتہا ہے اور میرے عہد پر ان کو پورا بھروسہ نہیں ہے۔ مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ اپنے نقصان کے خوف سے مجھے ہلاک کرنے کی نہ ٹھان لیں تو میں نے دانش مندوں کے قول پر عمل کیا کہ انہوں نے کہا ہے:

قطعہ

ازاں کز تو ترسد بترس اے حکیم وگر با چنو صد بر آئی بہ جنگ
ازاں مار بر پائے راعی زند کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ
نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود بر آرد بہ چنگال چشم پلنگ

(اے دانا! جو تجھ سے ڈرتا ہے تو اس سے ڈر۔ اگر چہ اس جیسے سینکڑوں سے تو جنگ جیت لے۔ سانپ چرواہے کے پیر میں اسی لئے کاٹتا ہے کہ وہ ڈرتا ہے کہ چرواہا اس کا سر پتھر سے کچل دے گا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب بلی عاجز آجاتی ہے تو پنجہ مار کر چیتے کی آنکھیں نکال لیتی ہے۔)

حکایت 10: میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت یحییٰ پیغمبرؑ کی قبر پر معتکف تھا کہ عرب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جو بے انصافی میں مشہور تھا، آیا، نماز پڑھی اور دعا مانگی اور منت چاہی:

فرد

درویش و غنی بندۂ ایں خاک درند و انانکہ غنی ترند محتاج ترند

(فقیر اور مالدار اس در کی خاک کے غلام ہیں اور جو زیادہ مالدار ہیں وہی زیادہ محتاج ہیں)

پھر مجھ سے کہا چونکہ درویشوں میں روحانی طاقت ہے اور ان کا خدا سے سچا معاملہ ہے، ذرا میری طرف باطنی توجہ فرمایئے کہ ایک سخت دشمن کا مجھے اندیشہ لگا ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا کمزور رعایا پر رحم کھا تا کہ پھر قوی دشمن سے تجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

نظم

بباز و ان توانا و قوتِ سر دست خطا ست پنجۂ مسکین ناتواں بہ شکست
نترسد آنکہ بر افتادگان نہ بخشاید کہ گرز پائے در آید کسش نگیرد دست
ہر آنکہ تخم بدی کشتو چشم نیکی داشت دماغ بیہدہ پخت و خیالِ باطل بست
زگوش پنبہ بروں آر و دادِ خلق بدہ وگر تو می ندہی داد روز دادے ہست

(طاقتور بازوؤں اور پنجہ کی قوت سے کمزور مسکین کا پنجہ موڑنا غلطی ہے۔ وہ شخص جو گرے پڑوں پر رحم نہیں کھاتا کیا اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اگر اس کا پیر پھسلے گا تو اس کی کوئی دستگیری نہ کرے گا۔ جس نے بدی کا بیج بویا اور بھلائی کی توقع رکھی اس نے فضول اپنا دماغ پکایا اور باطل خیال باندھا۔ کان سے روئی

نکال لے اور مخلوق سے انصاف کر۔ اگر تو انصاف نہ کرے گا تو انصاف کا ایک دن ضرور آئے گا۔)

مثنوی

بنی آدم اعضائے یک دیگرند که در آفرینش زیک جوہرند
چو عضوئے بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نه ماند قرار
تو کز محنت دیگراں بے غمی نه شاید که نامت نہند آدمی

(آدم کی اولاد ایک دوسرے کے اعضاء ہیں۔ اس لئے کہ وہ پیدائش میں ایک ہی اصل سے ہیں۔ اگر زمانہ کسی ایک عضو میں درد پیدا کرتا ہے تو دوسرے اعضاء کو بھی قرار نہیں رہتا۔ تو دوسروں کی تکلیف سے بے غم ہے تو اس قابل نہیں کہ تجھے آدمی کہیں!)

حکایت ۱۱: ایک مستجاب الدعوات فقیر بغداد میں رونما ہوا۔ حجاج بن یوسف کو لوگوں نے بتایا۔ حجاج نے اس کو بلوایا اور کہا: میرے لئے دعائے خیر کر دیجئے۔ اس نے دعا کی: خدا اس کو موت دے۔ حجاج بولا: خدا کے لئے یہ کیا دعا ہے۔ اس فقیر نے کہا: یہی دعا تیرے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے بہتر ہے۔

مثنوی

اے زبردست زیر دست آزار گرم تا کے بماند ایں بازار
بچه کار آیدت جہاں داری مُردت بہ که مردم آزاری

(اے عاجزوں کو ستانے والے طاقتور! یہ بازار کب تک گرم رہے گا۔ بادشاہت تیرے کس کام آئے گی، تیرا مرنا ہی بہتر ہے تو مردم آزار ہے۔)

حکایت ۱۲: ایک ظالم بادشاہ نے ایک نیک آدمی سے دریافت کیا کہ کون سی عبادت سب سے بہتر ہے۔ اس نے جواب دیا: تیرے لئے دوپہر کو سونا سب سے بڑی عبادت ہے تا کہ تو اس ایک لحہ میں لوگوں کو نہ ستائے۔

مثنوی

ظالمے را خفته دیدم نیمروز گفتم ایں فتنه ست خوابش بُردہ بہ
وانکه خوابش بہتر از بیداریست آں چناں بد زندگانی مردہ بہ

(میں نے ایک ظالم کو دوپہر میں سویا ہوا دیکھا تو میں نے کہا یہ فتنہ ہے اس کا سویا ہوا رہنا بہتر ہے۔ جس آدمی کا سونا اس کے جاگنے سے بہتر ہو ایسی زندگی والا مردہ ہو تو بہتر ہے۔)

حکایت ۱۳: پہلے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ حکومت کی نگرانی میں سستی کرتا اور لشکر کو تنگی میں رکھتا۔ آخرکار ایک سخت دشمن ظاہر ہوا، اس کی سب فوج بھاگ گئی۔

مثنوی

چو دارند گنج از سپاہی دریغ دریغ آیدش دست بردن بہ تیغ

چہ مردی کند در صفِ کار زار کہ دستش تہی باشد کار، زار

(جب خزانہ کو سپاہی سے بچائیں تو اس کو تلوار پر ہاتھ بڑھانے میں تامل ہوگا۔ وہ شخص لڑائی کی صف میں کیا بہادری کرے جس کا ہاتھ خالی اور حال برا ہو۔)

جن سپاہیوں نے غداری کی تھی اس میں سے ایک کی مجھ سے دوستی تھی۔ میں نے اس کو ملامت کی اور کہا: کمینہ ہے اور ناشکر گزار سفلہ ہے اور ناحق شناس جو کہ حالت کی تھوڑی سی تبدیلی پر قدیم آقا سے پھر جائے اور سالوں کی نعمت کے حق کو لپیٹ کر رکھ دے۔ اس نے کہا: اگر از راہِ کرم آپ معذور سمجھیں تو مناسب ہے کیونکہ میرا گھوڑا بے دانہ اور میری زین کا نمدہ گروی رہے جو بادشاہ سپاہی پر سونا خرچ کرنے میں بخل کرے اس کے ساتھ سر کٹانے میں بہادری نہیں کی جا سکتی۔

فرد

زر بدہ مردِ سپاہی را تا سر بدہد وگرش زر ندہی سر بنہد در عالم

(تو مرد سپاہی کو سونا دے تاکہ وہ اپنا سر دیدے۔ اور اگر تو اس پر سونا خرچ نہ کرے گا وہ دنیا میں مارا پھرے گا۔)

شعر

اِذَا شَبِعَ الکَمِیُّ یَصُولُ بَطشًا وَخَاوِی البَطنِ یَبطِشُ بِالفَرَار

(جب سپاہی پیٹ بھر لیتا ہے تو وہ گرفت کر کے حملہ کرتا ہے، اور خالی پیٹ کی گرفت بھاگنا ہے۔)

قابوس نامہ

فارسی: امیر کیکاؤس بن سکندر

مترجم: سید رحمت اللہ شاہ

ساتواں باب: گفتگو میں فصاحت حاصل کرنے کا بیان

اے بیٹے! انسان پر لازم ہے کہ وہ بات کو سمجھنے والا اور بات کہنے والا ہو اور بری باتوں سے پرہیز کرے۔ اے بیٹے! ہمیشہ سچ بول، جھوٹ نہ بول اور خود کو سچا مشہور کر لے تاکہ اگر مجبوری کے وقت کبھی تجھ سے جھوٹی بات سن بھی لیں تو لوگ اسے قبول کر لیں۔ جو بھی کہہ سچ کہہ لیکن ایسا سچ نہ کہہ کہ جو جھوٹ جیسا ہو کیونکہ سچ جیسا جھوٹ اس سچ سے بہتر ہے جو جھوٹ جیسا ہو۔ ایسا جھوٹ قبول کیا جاتا ہے اور ایسا سچ نا قابل قبول ٹھہرتا ہے۔ لہذا نا قابل قبول سچ کہنے سے گریز کر۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے ساتھ بھی ویسا ہو جیسا میرے ساتھ امیر بالسوار غازی شاپور بن فضلؒ کے واقعے میں ہوا:

حکایت:

تجھے معلوم ہو کہ یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب امیر بالسوار کے دربار میں میری حاضری ہوئی۔ اس سال جب میں حج سے واپس آیا تو میں نے غزا (جہاد) کے لئے گنجہ کا ارادہ کیا۔ میں نے ہندوستان میں بہت جہاد کیے تھے اور خواہش کی کہ اس بار روم کی جانب غزا کیا جائے۔ امیر بالسوار ایک عظیم بادشاہ تھے۔ پختہ ارادے والے، عقل مند، عادل، بہادر، فصیح، پاک دین، اور صاحب بصیرت جیسے کہ اچھے حکمرانوں کی تعریف کی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ سنجیدہ رہتے اور ہنسی مذاق سے دور تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو بہت عزت افزائی کی اور گفتگو کا آغاز کیا۔ وہ ہر طرح کی باتیں کرتے، میں سنتا اور جواب دیتا۔ میری باتیں ان کو پسند آئیں۔ انہوں نے مجھ پر بے شمار عنایتیں کیں

اور مجھے واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ ان کے حسن سلوک کی وجہ سے میں نے بھی دل لگا لیا اور کئی سال گنجہ میں مقیم رہا۔ میں ہمیشہ ان کی خورد ونوش کی محافل میں شریک رہتا، وہ مختلف موضوعات پر بات کرتے۔ خاص طور پر ماضی کے حکمرانوں اور دنیا کے عجائبات کے بارے میں سوالات کرتے۔

ایک دن انہوں نے ہمارے علاقے کے بارے میں پوچھا۔ میں نے بتایا کہ گرگان کے نزدیک پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں ہے، وہاں ایک چشمہ ہے جو گاؤں سے کچھ فاصلے پر ہے۔ گاؤں کی عورتیں پانی بھرنے وہاں جاتی ہیں۔ سب اپنے مٹکے کے ساتھ چشمے سے پانی بھر کر مٹکے سر پر رکھ کر آتی ہیں۔ ان میں سے ایک عورت جو بغیر مٹکے کے آتی ہے، راستے میں دیکھتی رہتی ہے کہ زمین پر ایک خاص قسم کا سبز کیڑا کہیں نظر آئے تو اسے راستے سے ہٹا دیتی ہے تاکہ کوئی عورت اس پر پاؤں نہ رکھے۔ اگر کسی عورت کا پاؤں اس کیڑے پر پڑ جائے اور وہ مر جائے تو اس کا مٹکے کا پانی فوراً خراب ہو جاتا ہے، اس قدر کہ اسے بہانا پڑتا ہے، اور دوبارہ پانی بھرنا پڑتا ہے۔ جب میں نے یہ بات امیر بالسوار کو بتائی تو انہوں نے ناراضگی ظاہر کی، چہرہ بگاڑ لیا اور سر ہلایا۔ کئی دن تک وہ مجھ سے پہلے جیسا برتاؤ نہ کرتے۔ آخر کار ریبروزان دیلم نے مجھے بتایا کہ امیر نے میری شکایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: فلاں شخص ایک سنجیدہ اور پختہ انسان ہے، اسے مجھ سے ایسی بات کیوں کرنی چاہیے جو بچوں کو سنانے والی لگے؟ ایسے شخص کو میری موجودگی میں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟

یہ سن کر میں نے فوراً گنجہ سے گرگان ایک قاصد بھیجا اور قاضی، رئیس، خطیب، اور تمام معتبر علما و اشراف کے ذریعے اس بات کی تصدیق کے لیے ایک محضر تیار کروایا۔ چار ماہ کے اندر یہ تصدیق مکمل ہوئی اور میں نے وہ محضر امیر بالسوار کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے دیکھا، پڑھا اور مسکرائے، پھر فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ تم جیسے شخص سے جھوٹ ممکن نہیں، خاص طور پر میرے سامنے۔ لیکن ایسی بات کہنے کی کیا ضرورت تھی جسے قبول کروانے میں چار ماہ لگیں، اور دو سو گواہوں کی تصدیق درکار ہو؟

یہ جان لے کہ گفتگو چار طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ایسی بات جو تو جانتا نہیں ہے اور تیرے نہ کرنے والی ہے۔ دوسری وہ بات جو تو جانتا ہے اور تیرے کرنے والی ہے، تیسری وہ بات جو تیرے

کرنے والی ہے مگر تیرے نہ جاننے والی ہے، اور چوتھی وہ بات جو تو جانتا ہے اور تیرے نہ کرنے والی ہے۔ ان اقسام میں سے وہ بات جو تو جانتا نہیں ہے اور وہ تیرے نہ کرنے والی ہے تو اس میں وہ گفتگو آتی ہے جو دین کو نقصان پہنچائے۔ ایسی بات جو تیرے کرنے والی ہے مگر تیرے جاننے والی نہیں ہے تو اس میں وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور علوم کی کتابوں میں موجود ہو کہ اس قسم کی تفہیم تقلید پر مبنی ہو اور اس کی تاویل میں اختلاف اور تعصب پیدا ہو، جیسے نزول قرآن کے کسی ایک سبب کی تشریح وغیرہ۔ پس اگر کوئی شخص اس کی تاویل میں دل لگائے تو اللہ عزوجل اس پر گرفت کرے گا۔ جو بات جاننے کے قابل اور کہنے کے قابل ہے اس میں وہ گفتگو آتی ہے جس پر دین اور دنیا کی بھلائی کا انحصار ہو، جو دونوں جہانوں میں فائدہ مند ہو، بات کرنے والے اور بات کو سننے والے دونوں کو نفع دے۔ جو بات تو جانتا ہے مگر کہنے کے قابل نہیں ہے اس میں وہ بات آتی ہے کہ تجھے کسی بااثر شخص یا کسی دوست کا عیب معلوم ہو، اور عقل یا دنیاوی معاملات کے لحاظ سے تجھے اسے یاد رکھنا پڑے لیکن اگر تو یہ بات کہے تو یا اس بااثر شخص کی ناراضی کا خطرہ ہو، یا اس دوست کو تکلیف پہنچے گی، یا یہ خطرہ ہوگا کہ لوگ تجھ پر شور مچائیں۔ پس یہ وہ بات ہے جو تو جانتا ہے لیکن تیرے کہنے والی نہیں ہے۔ ان چاروں اقسام میں سب سے بہتر بات وہ ہے جو تیرے جاننے والی بھی ہے اور کہنے والی بھی ہے۔ ان چار قسم کی باتوں میں سے ہر ایک کے دو پہلو ہیں: ایک اچھا اور ایک برا۔

جو بات تو لوگوں کے سامنے پیش کرے اسے بہترین طریقے سے پیش کرتا کہ وہ قبول کی جائے اور لوگ تیری منزلت کو پہچانیں کیونکہ عقل مند اور بڑے لوگوں کو ان کی باتوں سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ باتوں کو لوگوں سے۔ انسان اپنی باتوں کے پیچھے چھپا ہوتا ہے جیسا کہ امیر المؤمنین علیؓ نے فرمایا:

اَلْمَرءُ مَخبُوءٌ تَحتَ لِسَانِہٖ۔ (انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے)۔

گفتگو ایسی بھی ہوتی ہے کہ بات ایک طریقے سے کہی جائے تو اس کو سننے سے روح تازہ ہو جائے اور وہی بات دوسرے طریقے سے کہی جائے تو روح پژمردہ ہو جائے۔

حکایت:

روایت ہے کہ ہارون الرشید نے ایک خواب دیکھا جس میں ایسا محسوس ہوا کہ اس کے تمام دانت ایک ہی وقت میں اس کے منہ سے نکل کر گر گئے۔ صبح ہوتے ہی اس نے ایک معبر (خواب کی تعبیر کرنے والے) کو بلایا اور پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ معبر نے کہا: امیر المؤمنین کی زندگی دراز ہو لیکن یہ خواب بتاتا ہے کہ آپ کے تمام رشتہ دار آپ سے پہلے فوت ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے۔ ہارون الرشید یہ سن کر ناراض ہوا اور کہا: اس معبر کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ اس نے میرے سامنے اتنے دل دکھانے والی بات کیوں کہی؟ اگر میرے تمام رشتہ دار مجھ سے پہلے مر جائیں گے تو پھر میں کون ہوں؟ پھر اس نے حکم دیا کہ کسی اور خواب گزار کو لایا جائے۔ نئے خواب گزار کو خواب بتایا گیا تو اس نے کہا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ امیر المؤمنین کی زندگی تمام رشتہ داروں سے زیادہ طویل ہوگی۔ یہ سن کر ہارون الرشید خوش ہوا اور کہا: عقل کی دلیل ایک ہی تھی، تعبیر بھی وہی رہی، لیکن الفاظ میں بہت فرق ہے۔ پھر اس نے خواب گزار کو سو دینار دینے کا حکم دیا۔

مجھے ایک اور حکایت یاد آئی۔ اگر چہ یہ کتابی حکایت نہیں ہے لیکن کہا گیا ہے: دلچسپ حکایت کو رد نہ کرو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: دلچسپ بات کہو، چاہے ماں کے سامنے ہی کیوں نہ ہو۔ روایت ہے کہ ایک آدمی اپنے غلام کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ اس نے غلام سے کہا: کون (پیٹھ) اس طرف کر لو۔ غلام نے کہا: اے خواجہ! یہ بات بہتر الفاظ میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ خواجہ نے کہا: تو بتاؤ، وہ کیسے؟ غلام نے کہا: یوں کہیے: اپنا رخ اُس طرف کر لو۔ غلام نے مزید کہا: دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ لیکن یوں کہنے سے کوئی سخت اور بے ہودہ لفظ استعمال نہیں ہوگا۔ خواجہ نے غلام کی بات سن کر کہا: سنا اور سیکھا۔ پھر اس نے غلام کو آزاد کر دیا اور اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔

پس گفتگو میں الفاظ کے پیچھے اور آگے کے معنی پر نظر رکھنی چاہیے۔ جو بھی بات کہنا ہے بہترین انداز میں کہتا کر تو نہ صرف اچھی بات کرنے والا بنے بلکہ دانش مند بھی کہلائے۔ اگر تو کوئی بات کہے لیکن اس کا مطلب نہ سمجھے تو تیری حیثیت ایسی ہی ہوگی جیسے وہ پرندہ جسے طوطی (طوطا)

کہتے ہیں، جو بات تو کرتا ہے لیکن اس بات کا مفہوم نہیں سمجھتا۔ ایک دانش مند بات کرنے والا وہ ہے کہ جو کچھ کہے، لوگوں کو اس کا مطلب سمجھ آجائے۔ تاکہ وہ عقل مندوں میں شمار ہو، اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ محض ایک حیوان کی مانند ہے، نہ کہ ایک انسان۔ لیکن بات کو قدر و منزلت دے کیونکہ گفتگو آسمان سے نازل ہوئی (وحی کے ذریعے)۔ ہر بات کو اس کے مناسب مقام پر کہنا چاہئے، بات کو اس کے نامناسب مقام پر ضائع نہ کرتا کہ تو علم پر ظلم نہ کرے۔ جو کچھ ہے ہمیشہ سچ کہہ۔ بے معنی دعوے نہ کر۔ ہر دعوے میں دلیل کم لیکن دعویٰ زیادہ نہ ہو۔ اس علم کا دعویٰ نہ کر جسے تو جانتا نہ ہو، اور ایسے علم سے فائدہ (نان) نہ ڈھونڈ کیونکہ علم کا مقصد صرف اپنے مفاد کے لئے استعمال کرنا یا شہرت حاصل کرنا نہیں ہونا چاہئے۔ اس علم سے فائدہ اٹھانا چاہئے جو تیرے لئے معلوم اور واضح ہو، لیکن ایسی چیز کا پیچھا نہ کر جسے تو نہیں جانتا کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

حکایت ہے کہ خسرو کے دور میں ایک عورت بزرجمہر کے پاس آئی اور اس سے ایک مسئلہ پوچھا مگر اس وقت بزرجمہر کو اس سوال کا جواب معلوم نہ تھا۔ اس نے کہا: اے عورت! جو تو پوچھ رہی ہے میں اسے نہیں جانتا۔ عورت نے کہا: اگر تم یہ نہیں جانتے تو ہمارے بادشاہ کی دی ہوئی نعمت کیوں کھاتے ہو؟ بزرجمہر نے جواب دیا: میں ان چیزوں کے بدلے میں کھاتا ہوں جو میں جانتا ہوں، اور بادشاہ مجھے ان چیزوں کی بدولت نعمت دیتا ہے جو میرے علم میں ہیں۔ اگر تو چاہے تو بادشاہ کے پاس جا کر خود پوچھ لے کہ وہ مجھے میرے علم کی بنیاد پر انعام دیتا ہے یا نہیں۔

اپنے کاموں میں افراط نہ کر اور افراط کو نقصان دہ سمجھ۔ ہر معاملے میں اعتدال اختیار کر کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: خَیرُ الاُمُورِ اوسَطُھا. (بہترین کام وہ ہیں جو میانہ روی پر ہوں۔) اپنے اقوال و افعال میں تحمل اور سکون کو عادت بنا۔ اگر تیری سنجیدگی کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ جلد بازی اور بے وقاری کی وجہ سے تیری تعریف ہو۔ اپنے رازوں کو دوسروں پر ظاہر کرنے کی رغبت نہ کر چاہے وہ راز اچھا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ لوگ اکثر دوسروں پر بدگمانی کرتے ہیں اپنی باتوں، ارادوں، اور اعمال میں توازن رکھ۔ جو کچھ کہہ وہی کہہ جس کی سچائی پر گواہ پیش کیے

جاسکیں، چاہے لوگ تجھے سچا سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اگر تجھے گواہی دینی پڑے تو گواہی دینے میں جھجک نہ کر لیکن اسے تعصب یا جھوٹ کی طرف مائل نہ ہونے دے۔ جو کچھ سنا جائے اسے سن لیکن جلدی عمل کرنے میں مت گنوا۔ جو بات کہہ سوچ سمجھ کر کہہ اور ہمیشہ غور و فکر کو اپنے کلام پر مقدم رکھ تا کہ بعد میں تجھے پچھتانا نہ پڑے کیونکہ سوچ وچار ہمیشہ کافی رہتی ہے۔ کسی بھی بات کو سننے میں اکتاہٹ نہ دکھا چاہے وہ تیرے کام کی ہو یا نہ ہو۔ سننے سے فائدہ ہمیشہ حاصل ہوتا ہے اور کسی بھی بات کا مطلب تجھ پر بند نہیں رہتا۔ سرد مزاج اور بے روح گفتگو نہ کر کیونکہ ایسا کلام دشمنی کو جنم دیتا ہے۔ اگر تو دانشمند ہے تو خود کو نادان سمجھ تا کہ سیکھنے کا دروازہ تیرے لئے ہمیشہ کھلا رہے۔ کسی بات کی تعریف یا تنقید کرنے سے پہلے اس کی خوبی اور خامی کو اچھی طرح پرکھ۔ ہر طبقے سے اس کی حیثیت کے مطابق بات کر: خواص کے ساتھ ان کے انداز میں اور عوام کے ساتھ ان کے انداز میں۔ زیادہ علم رکھتے ہوئے بھی اپنی معلومات کو کم ظاہر کر تا کہ ضرورت کے وقت تیری دانشمندی اور علم عیاں ہو۔ زیادہ جاننے والا اور کم بولنے والا بن، نہ کہ کم جاننے والا اور زیادہ بولنے والا، کیونکہ کہا گیا ہے کہ خاموشی دوسری قسم کی سلامتی ہے، اور زیادہ بولنا دوسری قسم کی حماقت۔ خاموشی کو عقلمندی سمجھا جاتا ہے چاہے بولنے والا عقلمند ہی کیوں نہ ہو۔ خودستائی سے گریز کر چاہے تو کتنا ہی نیک اور پرہیزگار ہو، کیونکہ لوگ تیری اپنی تعریف پر یقین نہیں کریں گے۔ لوگوں سے تعریف حاصل کرنے کی کوشش کر، نہ کہ اپنی تعریف کرنے کی۔ اگرچہ تو بہت کچھ جانتا ہو، وہی بات کر جو فائدہ مند ہو تا کہ تیری باتیں تیرے لئے نقصان دہ نہ بنیں۔

حکایت:

روایت ہے کہ صاحب دیوان کے زمانے میں زنگان میں ایک بزرگ، فقیہ، اور معزز شخص تھے جو امام شافعیؒ کے پیروکاروں میں سے تھے۔ وہ زنگان کے مفتی، واعظ اور اخلاقی تربیت کرنے والے رہنما تھے۔ زنگان میں ایک علوی نوجوان بھی تھا جو ایک رئیس کا بیٹا تھا، اور وہ بھی فقیہ اور واعظ کے طور پر جانا جاتا تھا۔ دونوں کے درمیان علمی مکاشفات اور مناظرے جاری رہتے تھے، اور دونوں

ایک دوسرے پر منبر پر تنقید کیا کرتے تھے۔ایک دن اس علوی نے منبر پر کھڑے ہو کر اس بزرگ کو کافر قرار دے دیا۔یہ خبر جب اس بزرگ تک پہنچی تو انہوں نے منبر پر علوی کو حرام زادہ کہہ دیا۔علوی کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ شدید ناراض ہو گیا اور فوراً زنگان سے نکل کر شہر ''ری'' پہنچا۔وہاں جا کر اس نے صاحب دیوان سے شکایت کی اور رو پڑا۔علوی نے کہا: یہ نا مناسب ہے کہ آپ کے دور میں کوئی شخص فرزند رسول ﷺ کو حرام زادہ کہے۔صاحب دیوان اس بات پر سخت ناراض ہوئے اور بزرگ کو ری طلب کیا۔مظالم کی عدالت میں فقہا اور سادات کو جمع کیا گیا اور اس بزرگ کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔صاحب دیوان نے بزرگ سے کہا: اے بزرگ! تم امام شافعیؒ کے پیروکاروں میں ایک عالم دین ہو اور عمر کے اس حصے میں ہو۔کیا یہ مناسب ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے فرد کو حرام زادہ کہو۔اب تمہیں اپنے کہے کو ثابت کرنا ہوگا۔ورنہ میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جو دوسروں کے لئے عبرت بنے اور کوئی اس طرح کی گستاخی اور بے حرمتی نہ کرے۔بزرگ نے جواب دیا: میری بات کی تصدیق کے لئے میرا گواہ خود یہ علوی ہے۔اس سے بہتر گواہ نہیں۔میری دلیل یہ ہے کہ اگر میرے الفاظ مانے جائیں تو وہ پاک نسب ہے، لیکن اگر اس کے اپنے الفاظ مانے جائیں، تو وہ خود حرام زادہ ٹھہرتا ہے۔صاحب دیوان نے پوچھا: یہ تم کیسے ثابت کرو گے؟ بزرگ نے وضاحت کی: یہ بات زنگان کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ اس کے والد کا نکاح میں نے اس کی والدہ سے پڑھایا تھا۔اب اگر اس نے مجھے کافر کہا ہے اور یہ بات اس کے عقیدے پر مبنی ہے، تو پھر ایک کافر کا پڑھایا ہوا نکاح باطل ہے، اور وہ اپنے قول کے مطابق حرام زادہ ہے۔لیکن اگر یہ بات عقیدے پر مبنی نہیں تھی، تو وہ جھوٹا ہے اور جھوٹ بولنے پر اس پر حد واجب ہے۔دونوں صورتوں میں وہ یا تو جھوٹا ہے یا حرام زادہ ہے۔پھر اس بزرگ نے کہا: فرزند رسول ﷺ جھوٹا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ آپ اسے کہتے ہیں۔اب فیصلہ آپ پر ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر یقین کریں۔علوی شرمندہ ہوا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔اس نے یہ بات بغیر سوچے سمجھے کہی تھی جو اس کے لئے وبال بن گئی۔

پس اے بیٹے! بات کہنے والا بن، یا وہ گونہ بن۔ کیونکہ یا وہ گوئی دوسری قسم کی دیوانگی ہے جب کسی سے بات کرے تو دیکھ کہ وہ تیری بات کا قدرداں ہے یا نہیں۔ اگر سننے والا تیرے کلام کا شائق ہوتو اپنی بات جاری رکھ اور اپنی بات بیچ۔ اگر نہیں تو وہ بات چھوڑ دے اور ایسی بات کر کہ جو اسے پسند آئے تا کہ وہ تیرا خریدار رہو۔ مگر لوگوں کے ساتھ انسان بن کر پیش آ، اور آدمیوں کے ساتھ انسانیت کا مظاہرہ کر، کیونکہ انسان کچھ اور ہے اور آدمی کچھ اور۔ جو شخص غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاتا ہے وہ مخلوق کے ساتھ اسی طرح زندگی گزارتا ہے جیسے میں نے کہا۔ اور جب تک ممکن ہو بات کرنے اور سننے سے اجتناب نہ کر۔ کیونکہ انسان بات سننے سے ہی بات کرنے والا بنتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی بچے کو ماں سے الگ کر کے زیرِ زمین رکھا جائے، اسے صرف دودھ پلایا جائے، اس کی ماں یا دایہ اس سے بات نہ کرے، اور نہ وہ کسی اور کی بات سنے، تو وہ بڑا ہو گا تو گونگا ہو گا۔ کیونکہ انسان تبھی بولنا سیکھتا ہے جب وہ مسلسل سنتا اور سیکھتا ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ جو بچہ پیدائشی طور پر بہرا ہوتا ہے، وہ ہمیشہ گونگا ہی رہتا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تمام گونگے لوگ بہرے ہوتے ہیں؟ لہذا باتیں سن، یاد رکھ، اور قبول کر، خاص طور پر وہ باتیں جو نصیحت پر مبنی ہوں خواہ وہ بادشاہوں کی ہوں یا حکماء کی۔ کہا گیا ہے کہ حکماء اور بادشاہوں کی نصیحت سننے سے عقل کی بینائی روشن ہوتی ہے، کیونکہ ان کی باتیں حکمت کی سرمہ اور توتیا ہیں۔ لہذا جو بات میں نے کہی ہے اسے دل سے سن اور اس پر یقین کر۔ اس وقت ان باتوں کے دوران چند عمدہ اور خوبصورت اقوال نوشیرواں عادل، بادشاہوں کے بادشاہ، کے یاد آئے جو میں نے اس کتاب میں درج کیے ہیں تا کہ تو بھی پڑھے، جانے، یاد کرے، اور ان پر عمل کرے۔ ان باتوں اور نصیحتوں پر عمل کرنا ہمارے لئے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ہم ان بادشاہوں کی نسل سے ہیں۔

یہ بھی جان لے کہ میں نے گزشتہ خلفاء کی تاریخ میں یہ واقعہ پڑھا کہ مامون خلیفہ نوشیروان کے مزار پر گیا، جہاں اس کا دخمہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ نوشیروان کے جسم کے اعضاء تخت پر رکھے ہوئے تھے، جو بوسیدہ ہو چکا تھا اور خاک میں بدل چکا تھا۔ تخت کے اوپر دخمہ کی دیوار پر

چند بڑے الفاظ لکھے ہوئے تھے جو پہلوی زبان میں تھے۔ مامون نے حکم دیا کہ پہلوی زبان جاننے والے کاتبوں کو حاضر کیا جائے تاکہ وہ ان تحریروں کو عربی میں ترجمہ کریں۔ ان کا عربی ترجمہ عجم میں مشہور ہے:

اس نے پہلے کہا تھا کہ جب تک میں زندہ تھا، اللہ کے تمام بندے مجھ سے فائدہ اٹھاتے تھے، اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص میری خدمت میں آیا ہو اور میری رحمت سے محروم رہا ہو۔ اب جب کہ وقت کی سختی آئی ہے، میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہ کلمات دیوار پر لکھوں، تاکہ اگر کوئی شخص بعد میں میری زیارت کے لئے آئے اور ان الفاظ کو پڑھے اور سمجھے، تو وہ بھی میری رحمت سے محروم نہ رہے۔ یہ میری نصیحتیں اور کلمات اس شخص کی راہنمائی کے لئے ہیں، اور یہ ہے وہ جو میں نے لکھا ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

آٹھواں باب: نوشیرواں عادل کی نصیحتوں کو یاد کرنے کا بیان

پہلے کہتا ہے: جب تک دن اور رات آ رہے ہیں، چلتے ہیں، سالوں کی گردش پر حیران نہ ہو۔

اور کہتا ہے: لوگ کسی ایسے کام پر کیوں پشیمان ہوتے ہیں جس پر ایک بار پہلے ہی پشیمانی کا سامنا کر چکے ہوں؟

کہتا ہے: وہ شخص کیسے سکون سے سو سکتا ہے جو بادشاہ کا واقف کار ہو؟

کہا: وہ شخص کیوں اپنے آپ کو زندہ سمجھے جس کی زندگی اس کی مرضی کے مطابق نہ ہو؟

آخر کار کہا: جو شخص تجھے برا کہے وہ اس شخص سے زیادہ رعایت کا حقدار ہے جس نے تجھے برا کہنے والی بات پہنچائی۔

آخر کار کہا: خدا کی قسم وہ پریشانی اس شخص تک نہیں پہنچے گی جو بے فائدہ باتوں کو سنتا ہے۔

آخر کار کہا: خدا کی قسم وہ شخص زیادہ نقصان میں ہے جس کی نظر خود نقصان میں ہو۔

آخر کار کہا: ہر وہ غلام جو خرید و فروخت کیا جائے وہ اس شخص سے زیادہ آزاد ہے جو اپنی گردن کا غلام ہو۔

آخر کار کہا: اگر کوئی شخص دانا ہو لیکن اس کے علم کا صلہ عقل نہ ہو تو وہ علم اس کے لئے وبال بن جاتا ہے۔

آخر کار کہا: جسے زمانہ دانا نہ بنا سکے، اس کی تعلیم وتربیت میں کسی کو محنت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اس کی محنت ضائع جائے گی۔

آخر کار کہا: ہر چیز کو نادان سے بچانا آسان ہے، سوائے اس کے کہ نادانی کو اپنے نفس سے دور رکھا جائے۔

(دوسرا کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے بارے میں اچھی باتیں کریں، تو تم بھی لوگوں کے بارے میں اچھی باتیں کرو۔)

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری محنت ضائع نہ ہو تو اپنی محنت دوسروں کی جگہ ضائع نہ کرو اور دوسروں کی محنت اپنی جگہ ضائع نہ ہونے دو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دوست کم نہ ہوں تو دل میں کینہ مت رکھو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ حد سے زیادہ غمگین نہ ہو تو حسد نہ کرو۔

(مزید کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تکلیف اور ناراضی سے دور رہو تو اسے مت مجبور کرو جو خود نہیں چلتا۔)

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ زندگی آسانی سے گزرے تو اپنی روش (طرز عمل) کو کام کے مطابق رکھو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں دیوانہ نہ سمجھیں تو ایسی چیز کی جستجو نہ کرو جو حاصل نہ ہو سکتی ہو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تم باحیاء اور باعزت رہو تو کسی کو تکلیف نہ دو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ فریب نہ کھاؤ تو جو کام تم نے نہیں کیا اسے مکمل سمجھ کر نہ گمان کرو۔

(مزید کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری پردہ داری محفوظ رہے تو کسی کا پردہ نہ پھاڑو۔

آخر کار کہا: اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارے پیچھے ہنسی اڑائی جائے تو اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(مزید کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ طویل پشیمانی سے بچو تو دل کی خواہشات کے پیچھے مت جاؤ۔)

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ ہوشیار اور دانا بنو تو اپنے چہرے کو دوسروں کی نظر سے دیکھو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ بے خوف رہو تو بے ضرر رہو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری عزت و وقار قائم رہے تو لوگوں کی عزت و وقار پہچانو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے کہے پر عمل کریں تو خود اپنے کہے پر عمل کرو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں میں پسندیدہ رہو تو اس شخص کے سامنے اپنے راز نہ کھولو جو عقل رکھتا ہے۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں سے بہتر رہو تو کھانے اور نمک میں سخاوت اختیار کرو۔

آخر کار کہا: کیوں اس شخص کو دشمن نہ کہو جو لوگوں کو تکلیف پہنچانے میں اپنی بہادری سمجھتا ہے؟

آخر کار کہا: اس شخص کو کیوں دوست کہو جو تمہارے دوستوں کا دشمن ہو؟

آخر کار کہا: بے ہنر لوگوں سے دوستی نہ کرو کیونکہ بے ہنر لوگ نہ تو دوستی کی اہمیت سمجھتے ہیں اور نہ دشمنی کی۔

آخر کار کہا: اس شخص سے بچو جو خود کو دانا سمجھتا ہے کیونکہ وہ نادان ہوتا ہے۔

آخر کار کہا: اپنے آپ سے انصاف کرو تاکہ تمہیں کسی اور کے انصاف کی ضرورت نہ پڑے۔

آخر کار کہا: اگرچہ حق تلخ ہوتا ہے لیکن اسے سننا ضروری ہے۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا راز دشمن نہ جانے تو اسے دوست سے بھی نہ کہو۔

آخر کار کہا: عقل کی نظر سے بڑی نقصان دہ کوئی چیز نہیں۔

آخر کار کہا: بے وقعت لوگوں کو زندہ مت سمجھو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ بغیر خزانے کے دولت مند بنو تو محنت کرو۔

آخر کار کہا: بے فائدہ چیزیں پر خرچ نہ کرو تا کہ انہیں بے فائدہ نہ بیچنا پڑے۔

آخر کار کہا: موت اس سے بہتر ہے کہ تمہیں اپنی طرح کے کسی کی مدد کی ضرورت ہو۔

آخر کار کہا: بھوک سے مرنا اس سے بہتر ہے کہ تم ذلت کے ساتھ کھاؤ۔

آخر کار کہا: ہر وہ تصور جو تمہیں کسی قابل بھروسہ شخص کی شکل دے، اس پر بھروسہ نہ کرو اور قابل بھروسہ لوگوں سے بھروسہ مت ہٹاؤ۔

آخر کار کہا: خود سے کم کسی کے محتاج ہونا ایک بڑی مصیبت ہے، اگر چہ یہ خوشگوار رہو، کیونکہ حقیر شخص سے مدد مانگنے سے پانی میں مرنا بہتر ہے۔

آخر کار کہا: اس دنیا میں فاسق (گناہگار) کا تواضع اختیار کرنا اس سے بہتر ہے کہ تم آخرت میں متکبر عبادت گزار ہو۔

آخر کار کہا: اس سے زیادہ نادان لوگ نہیں ہوتے جو کسی کم تر شخص کو اعلیٰ مقام پر پہنچا دیکھ کر بھی اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

آخر کار کہا: اس سے بدتر کوئی شرم نہیں کہ آدمی ایسی چیز کا دعویٰ کرے جسے وہ نہیں جانتا اور پھر جھوٹ بولے۔

آخر کار کہا: اس سے زیادہ فریب خوردہ کوئی نہیں جو کسی ایسی چیز کو جو اس کے پاس نہیں ہے، کسی اور کو دے۔

آخر کار کہا: اس سے بیچ تر کوئی نہیں جو کسی کی ضرورت پوری کر سکتا ہو اور پھر بھی نہ کرے۔

آخر کار کہا: اگر تو چاہتا ہے کہ انصاف والوں میں شمار ہو تو اپنے ماتحتوں کے ساتھ اتنا سخت نہ ہو جتنا تو برداشت کر سکے۔

آخر کار کہا: اگر تو چاہتا ہے کہ آزاد لوگوں میں شمار ہو تو لالچ کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں کی تنقید سے بچو تو ان کی اچھی باتوں کو سراہو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں کے دلوں میں محبوب رہو اور وہ تم سے نفرت نہ کریں تو

ان کی مرضی کے مطابق بات کرو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ بہترین اور پسندیدہ لوگ بنو تو جو چیز خود کو پسند نہیں ہو، اسے کسی دوسرے کو نہیں دو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دل پر کوئی زخم نہ لگے جس کا کوئی علاج نہ ہو تو کسی نادان سے بحث نہ کرو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ بہترین انسان بنو تو دوسروں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور دو۔

آخر کار کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری زبان ہمیشہ چلتی رہے، تو اپنے ہاتھوں کو چھوٹا رکھو، یعنی دوسروں سے زیادہ طلب نہ کرو۔

آخر کار کہا: یہ نوشیرواں عادل کی نصیحتیں ہیں۔ بیٹے! ان باتوں کو حقیر نہ سمجھ، کیونکہ ان میں حکمت اور بادشاہت دونوں کی خوشبو آتی ہے۔ یہ حکماء اور بادشاہوں کا قول ہے، اسے اپنی زندگی میں شامل کر اور یاد رکھ کہ جوانی میں جو تو نہیں جانتا، وہ عمر کے ساتھ سیکھنا پڑتا ہے، کیونکہ بوڑھے وہ چیزیں جانتے ہیں جو نوجوان نہیں جان پاتے۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

دعائے مغفرت

قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب کے برادر نسبتی

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
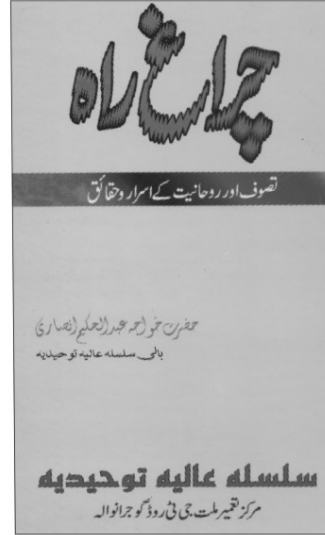
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
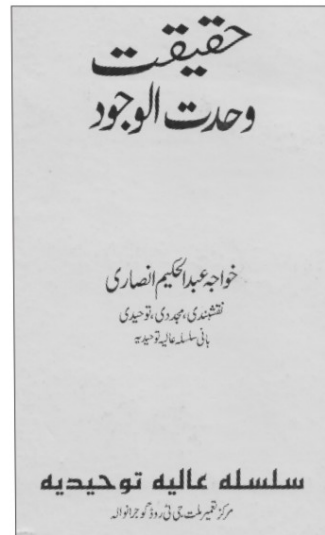
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
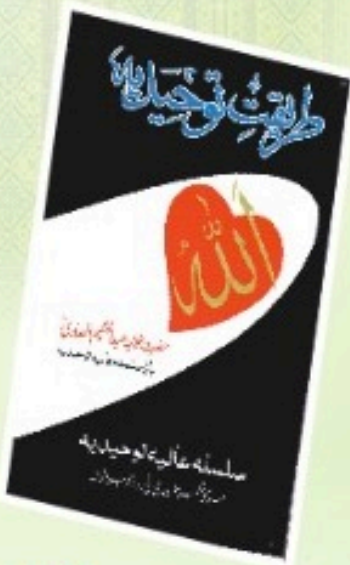
Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com